UNIVERSAL LIBRARY
OU_226305
UNIVERSAL LIBRARY

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

از حقائق آگاہ معارف دستگاہ سید الفقہاء والمحدثین عمدۃ الحکماء والمتکلمین جامع شریعت
ہادی طریقت مقبول بارگاہ صمد حضرت مولٰنا رشید احمد صاحب گنگوہی مدظلہم العالی

# ہدایۃ المعتدی
## فی
# قراءۃ المقتدی

جس میں عدم جواز قراءۃ مقتدی کی دلائل شرعی نہایت عمدگی سے مندرج ہیں
حسب استدعاے بندہ نحیف محمد یحیٰے کاندھلوی وطناً گنگوہی اقامتاً

در مطبع بلالی ساڈھورہ باہتمام منشی محمد ہلال کریم بخش طبع گردید

# حضرت مولانا مولوی رشید احمد صاحب کی اور تصانیف

## امداد السلوک
قیمت ۴ر

یہ رسالہ ترجمہ ہے رسالہ مکیہ کا جو تصوف کا ایک مستند رسالہ ہے اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوھی ادام اللہ ظلہم نے اوائل شباب میں بارشاد حضرت حافظ ضامن صاحب رحمہ فرمایا تھا فارسی قیمت

## ہدایۃ الشیعہ
قیمت ۳ر

اس میں حضرت مولانا مدظلہم العالی نے ہادی علی لکھنوی شیعی کے دس سوالوں اور ایک اشتہار کا جواب نہایت ہی مدلل و محققانہ دیا ہے۔ جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے چونکہ یہ رسالہ باوجود کئی بار چھپنے کے اب کمیاب بلکہ نایاب ہو گیا تھا۔ اسلئے مع اصل سوالات و اشتہار پھر طبع کرایا گیا ۳ر

## سبیل الرشاد
قیمت ۱ر

یہ رسالہ مسائل مختلفہ اہل حدیث و حنفیہ جہر آمین و فاتحہ خلف الامام و تقلید وغیرہ کی تحقیق میں حضرت مولانا نے تحریر فرمایا جس کو نہایت منصفانہ انداز پر ہونیکی وجہ سے موافقین و مخالفین دونوں نے تسلیم کر لیا ہے + قیمت —— ۱ر

## رسالہ کراہت جماعت ثانیہ

اس میں حضرت ممدوح نے مسجد محلہ میں تکرار جماعت کی کراہت روایات فقہیہ و احادیث صحیحہ سے ثابت فرمائی ہے اور وہ عبارات کتب سے حل فرمائی ہیں کہ جن سے منکرین کراہت کو شبہ پیدا ہوتا ہے۔ فارسی + قیمت —— ۱ر

## رسالہ تراویح
قیمت ۲ر

اس میں غیر مقلدین کا رد ہے اور مذہب مقلدین کا احادیث صحیحہ سے اثبات فرمایا ہے بابت بست رکعت تراویح ۲ر

## رسالہ جمعہ

اس میں اہل حدیث کے ایک فتوے کا جواب ہے جس میں انہوں احادیث و آیات سے اپنے نزدیک ثبوت جمعہ در قرئے و وجوب جمعہ بر اہل قری اپنے نزدیک خوب موجہ مدلل کر دکھایا تھا اس کا جواب احادیث صحیحہ سے دیا گیا ہے۔ قیمت —— ۲ر

## رسالہ وقف
قیمت ۱ر

اہل حدیث نے یہ ثابت کیا تھا کہ اوقاف قرآنی جن پر جملہ قراء و حفاظ کا عملدرآمد ہے یہ سب بدعت ہیں حضرت مولانا نے اس کا جواب احادیث صحیحہ سے دیا ہے اور ان کا ثابت ہونا بالسنۃ الصحیحہ روشن فرما دیا ہے باقی یہ سب رسائل اردو ہیں + ۱ر

## لطائف رشیدیہ

اس میں بعض طلبا نے جو استفسارات متعلقہ آیات قرآنی حضرت مولانا مدظلہم سے کئے ہیں ان کے جوابات ہیں مع فتوے ثبوت پردہ مروجہ شرفائے ہند بآیات و روایات و شرح حدیث مسلم شریف متعلقہ آخر رجل دخل الجنۃ + قیمت ۱ر

## زبدۃ المناسک
قیمت ۴ر

یہ کتاب سلیس اردو میں ہے مسائل حج و عمرہ و طواف و قربانی و حج من الغیر وغیرہ وغیرہ مناسک کو خوب مشرح بیان فرمایا ہے قاصدان حج کیواسطے یہ کتاب نہایت ضروری اور مفید ہے ۴ر

## فتوی میلاد

مجالس مولود جیسا کہ اس زمانہ میں رائج اور شایع ہو رہی ہیں ان میں جو امور خلاف شرع پھیل گئے ہیں ان پر تنبیہ عمدہ طور سے فرمائی گئی ہے + قیمت —— ۱ر

## فتوی ظہر احتیاطی
قیمت ۱ر

اکثر لوگوں میں نماز جمعہ کی بعد فرض ظہر احتیاطی کا چرچا رہتا ہے اس مسئلہ پر بحث مباحثہ بھی رہتے ہیں اور اکثر لوگ پڑھتے بھی ہیں اکثر مانع بھی ہوتے ہیں فتوی ہذا میں امر واقعی کو مفصل بیان فرمایا ہے

**فتاوی رشیدیہ** عرصہ سے احقر کارہ کو اس امر کی تلاش ہے کہ جس کسی کے پاس حضرت مولانا کے مسائل و فتاوی فراہم ہوں انکی نقل لیکر ایک مجموعہ فتاوی چھپوایا جاوے اور بہت سے ذخیرہ فراہم ہو بھی گیا ہے جن اہل ہمت کے پاس کچھ مسائل موجود ہوں وہ ضرور ارسال فرماویں اور یہ مجموعہ انشاء اللہ تعالٰے جلد تیار ہونیوالا ہے +

کتب مندرجہ بالا محمد یحییٰ کاندھلوی مقیم لال مسجد گنگوہ ضلع سہارنپور سے بازجات ویلیو پیبل یا نقد قیمت ملسکتی ہیں

۲۹۷۳۲۹
۱۲
۹

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین والصلوۃ والسلام علی رسولہ سیدنا محمد سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین وعلی مجتہدی ملتہ واتباعہ الی یوم الدین ٥

**امابعد۔** احقر العباد بندہ رشید احمد گنگوہی عفا اللہ تعالیٰ عنہ بخدمت ارباب فہم ودیانت عرض کرتا ہے کہ بندہ کا مذہب حسب مسلک حق جملہ اہل حق و دین یہی ہے کہ جس مسئلہ میں صحابہ ومجتہدین علیہم الرحمۃ کا اختلاف ہو تو اُس میں سے جس جانب کو اپنی تحقیق سے یا تقلید کسی مجتہد اہل حق سے راجح سمجھے اُس پر عملدرآمد رکھے اور دوسری جانب پر بھی کوئی طعن وتشنیع نکرے۔ اور عند الضرورت اُسپر عمل بھی کرلیوے اسیوجہ سے یہ بندہ عاجز کہ حنفی المذہب ہے کسی اہل مذہب پر طعن نہیں کرتا اور نہ اپنے مذہب کے خواہ مخواہ ترجیح کے درپے ہوتا ہے۔ مگر

عند الضرورت جہاں کچھ رفع فساد یا اصلاح متصور ہوتی ہے تو اُس مسئلہ میں کچھ لکھدیتا ہے۔ اس زمانہ میں بعض مدعیان عمل بالحدیث نے یہ غوغا مچایا کہ حنفیہ مفسدین صلوۃ اور بے نماز ہیں کیونکہ فرضیت قرأت فاتحہ خلف الامام بہت نصوص قطعیۃ الثبوت اور قطعیۃ الدلالۃ سے ایسی ظاہر و باہر ہے کہ ہرگز اس میں انکار اور تاویل کو کوئی گنجائش نہیں ہے اور یہ لوگ قرأت فاتحہ خلف الامام کے منکر ہیں لہذا اُن کی نماز درست نہیں ہوتی اور اس غوغا کا یہ اثر ہوا کہ اکثر عوام تشویش میں پڑ گئے بلکہ بعض علماء کو بھی تردد ہوگیا لہذا بندہ کو اس بارہ میں لکھنا ضرور ہوا کہ اولاً اس میں طعن اکثر صحابہ و مجتہدین رضی اللہ عنہم پر لازم آتا ہے اور ثانیاً اندیشہ فتنہ و فساد کا ہے پس بندہ انشاء اللہ یہ ثابت کر دیگا کہ وہ نصوص قطعیہ مستندہ مدعیان عمل بالحدیث کی اگرچہ بنظر سرسری موجب قرأت فاتحہ خلف الامام ہیں مگر بنظر امعان و تفقہ ہرگز وجوب قرأت فاتحہ اُن سے ثابت نہیں اور بعض میں گنجائش تاویل موجود ہے۔ پس امید اہل فہم و دیانت سے یہ ہے کہ اسکو بغور و انصاف ملاحظہ فرماکر اپنے تعصب و تعسف سے باز آئیں اور حق تعالیٰ سے شرمائیں اور ائمہ دین پر اس طعن و تشنیع سے باز آئیں وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم ✦

اقول وباللہ التوفیق ایک استدلال موجبین قرأت فاتحہ خلف الامام کا آیۃ فاقرءوا ما تیسر من القرآن سے ہے کہ آیت بعمومہا مقتدی کو بھی شامل ہے لہذا مقتدی پر بھی قرأت فرض ہوئی ✦

مگر یہ استدلال ہرگز صحیح نہیں اور اس آیۃ سے حجۃ لانا درست نہیں کیونکہ ابتداء اسلام میں نماز تہجد فرض ہوئی تھی جسکی خبر سورہ مزمل کے شروع میں موجود ہے یا ایہا المزمل قم اللیل الا قلیلا الایۃ اور سورہ مزمل ابتداء بعثت میں نازل ہوئی کہ حسب تحریر سیوطی کے اتقان میں اول سورہ اقرا ثانیاً سورہ نون ثالثاً

ابتداء سورہ مزمل کا نزول ہے اور سب امام و مقتدی فاتحہ و سورۃ دونوں کو پڑھتے تھے پھر بعد ایک سال کے حسب روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا کے مکہ مکرمہ میں ہی آخر سورہ مزمل کا نازل ہوا جس میں فاقرأوا ما تیسر من القرآن ہے تو اس سے فرضیت صلوۃ تہجد طویل منسوخ ہو کر قدر ما تیسر کی فرضیت باقی رہگئی تھی بعد اسکے جب نماز پنجگانہ فرض ہوئی تو اسوقت بھی قرأت امام و مقتدی سب پر فرض رہی پھر ایک مدت کے بعد آیۃ اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا سے قرأت مقتدی منسوخ ہوئی چنانچہ بیہقی وغیرہ نے لکھا ہے عن محمد بن کعب القرظی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرأ فی الصلوۃ اجابہ من وراءہ اذا قال بسم اللہ الرحمن الرحیم قالوا مثل ذلک حتی تنقضی الفاتحۃ والسورۃ فلبث ما شاء اللہ ان یلبث ثم نزلت و اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا انتہے ✦

اور مفصل بحث اس کی سبیل الرشاد میں بندہ نے لکھی ہے پس حکم منسوخ کو حجت لانا ہرگز درست نہیں ✦

دوسری حجۃ موجبین قرأت فاتحہ خلف الامام کی حدیث عبادۃ بن صامت رضی اللہ تعالے عنہ کی ہے کہ جسکو بخاری نے اپنی کتاب صحیح اور جزء قرأت میں اور مسلم و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ و ترمذی و دارقطنی و بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے اپنی اپنی تالیفات میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں باسانید متعددہ و بنقل معنی بالفاظ مختلفہ روایت کیا ہے۔ اور کسی نے جزء اول اس حدیث کا اور کسی نے جزء اخیر اس حدیث کا اور کسی نے تمام حدیث بحذف بعض کلمات روایت کی ہے جسکے سبب سے حسب اصطلاح محدثین یہ ایک حدیث احادیث کثیرہ ہو گئی ہے پس جس عالم نے بنظر سرسری ظاہر ان احادیث کو جو مختلف الفاظ اور

کمی وزیادتی کے ساتھ مذکور تھیں ملاحظہ فرمایا اُنکو وجوب قرأت فاتحہ علی المقتدی معلوم ہوا اور جس نے مجموعہ احادیث کو جمع کرکے کہ فی الواقع وہ ایک حدیث اور ایک واقعہ ہے بامعان نظر فقہیہ غور فرمایا اُسکو محقق ہوگیا کہ اس حدیث سے وجوب قرأت فاتحہ علی المقتدی ہرگز ثابت نہیں ہوتا ؁

اور یہ حصہ امام ابوحنیفہ اور اُن کے موافقین کی قسمت میں تھا پس صحیحین اور بعض دیگر مسانید میں مثلاً روایت مذکورہ عبادۃ کو اسقدر روایت کیا کہ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب اور اول حدیث کو حذف کیا پس اس سے ہر شخص نے یہی سمجھا کہ لا صلوۃ کی عموم میں صلوۃ مقتدی داخل ہے اور قرأت فاتحہ مقتدی پر واجب ہے مگر اس نے تتبع نہ کیا کہ دوسرے طریق میں کسی ثقہ نے کچھ اور بھی زیادہ کیا ہے۔ اور نہ اول اس حدیث کو اسکے ساتھ ملاکر غور فرمایا لہذا اکثر علماء اس حدیث سے وجوب قرأت علی المقتدی سمجھ گئے۔ اب سنو کہ حدیث منقولہ صحیحین کی قبل ترمذی وابوداؤد ونسائی وجزء قرأت وغیرہا کتب میں باختلاف الفاظ وکمی وزیادتی کلمات یہ عبارت مذکور ہے عن عبادۃ بن الصامت رضؓ قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبح فثقلت علیہ القراءۃ فلما انصرف قال انی اراکم تقرءون وراء امامکم قال قلنا یا رسول اللہ ای واللہ قال لاتفعلوا الا بام القرآن فانہ لا صلوۃ لمن لم یقرء بہا کذا فی الترمذی پس اول اس حدیث عبادہ سے دو امر ثابت ومحقق ہوئے ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسبب منازعت قرآن کے ما زاد علی الفاتحہ کو مقتدی پر منہی فرمادیا اور حرام کردیا اور فاتحہ کو مباح فرمایا اس واسطے کہ استثنا نہی سے مفید اباحتہ ہوتا ہے نہ مفید وجوب استحباب جبتک کوئی اور دلیل مفید وجوب استحباب نہ ہو چنانچہ ہر ذی علم وذی فہم اس بات کو جانتا ہے پس اس جزو حدیث سے اور جملہ احادیث عبادہ بن الصامت سے جو کتب میں مروی ہیں اباحتہ فاتحہ کی مقتدی پر اور حرمت ما زاد علی الفاتحہ کی ثابت ہوگئی اور آخر اس حدیث کا کہ جسکو بخاری

وسلم نے نقل کیا ہے یعنی انہ لاصلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب بحذف کلمہ فانہ ہے
کہ جس سے وہ حدیث مستقل معلوم ہوتی ہے اور درحقیقت وہ اس ہی حدیث کا جزء ہے
حدیث مستقل نہیں ہے کہ خود یہ امر جزء قرأت و دیگر کتب سے واضح ہے پس ظاہر بینان حدیث
کے نزدیک یہ قرار پایا کہ یہ دلیل وجوب فاتحہ علی المقتدی کی ہے اور اُسکے یہ معنی ہوئے کہ مازاد
علی الفاتحہ کو مت پڑھو مگر فاتحہ پڑھو کہ بدون فاتحہ کوئی نماز درست نہیں ہوتی پس جب آپنے
صلوۃ کو کلیۃً اور عموماً فرمایا تو صلوۃ مقتدی بھی اس میں داخل ہوئی اور اس جملہ سے اباحتہ فاتحہ
علی المقتدی جو مفہوم ہوتی تھی مرتفع ہو کر وجوب فاتحہ علی المقتدی ثابت ہو گیا مگر یہ فہم صحیح نہیں ہے
اسواسطے کہ مسلم نے معمر سے جو کہ اعلی درجہ کا راوی ابن شہاب کا ہے اور بخاری و مسلم اور جملہ
اہل حدیث کے نزدیک اثقۃ الرواۃ ہے ابن شہاب سے اس روایت عبادہ میں لفظ فصاعداً
کا بھی روایت کیا ہے قال مسلم اخبر معمر عن الزہری بھذا الاسناد مثلہ وزاد
فصاعداً اور نسائی میں بھی اس زیادت کو روایت کیا ہے اور زیادت ثقہ کی باتفاق
جملہ محدثین قدیم و جدید کہ جن میں خود بخاری علیہ الرحمۃ بھی ہیں صحیح و معتبر ہے اس میں کسیکو
اختلاف نہیں ہے چنانچہ مسلم نے خود اسکو قبول فرمایا ہے جس کا دل چاہے مسلم کو ملاحظہ
فرمایے اور ابو داؤد نے سفیان سے کہ وہ بھی اعلی درجہ کے رواۃ ابن شہاب میں ہیں اور
صحیحین کے راوی ہیں اور جملہ اسانید صحاح میں ان کی روایات بکثرت موجود ہیں اس
زیادۃ فصاعداً کو روایت کیا ہے اور بعض دیگر رواۃ نے بھی اس زیادت کو نقل کیا ہے ہم
اُن سے بحث نہیں کرتے اگرچہ ثقہ ہیں پس جب دو راوی اثقہ اس روایت کو نقل فرماویں
تو اس زیادت کی صحت میں کوئی کلام باقی نہیں پس معنی اس جزء حدیث کے یہ ہوئے کہ کوئی
نماز بدون فاتحہ اور مازاد علی الفاتحہ کے درست نہیں پس ہم پوچھتے ہیں کہ اگر اس عموم
صلوۃ میں صلوۃ مقتدی داخل ہے تو معنی حدیث کے کس طرح درست ہونگے کیونکہ اول
حدیث میں مازاد علی الفاتحہ کی تحریم مقتدی پر کی گئی ہے اور یہاں ایجاب مازاد علی الفاتحہ

کا ثابت ہوتا ہے پس اول حدیث آخر کے ساتھ متعارض ہو گئی اور حدیث محض بے معنی ہو گئی
حاشا و کلا اگر زیادۃ فصاعداً غلط ہو اور حدیث کا شروع اُسکے ختم کو تعارض ہو ایسا کلام کسی
عاقل کا نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ینطق عن الھوی
ان ھو الا وحی یوحی پس بالضرور جملہ حدیث فانہ لا صلوٰۃ الخ دلیل اباحۃ فاتحہ علی المقتدی
کی ہے نہ اثبات وجوب فاتحہ علی المقتدی کی اسیواسطے سفیان نے اس حدیث میں فرمایا
کہ یہ ارشاد صلوٰۃ منفرد کیواسطے ہے یعنی اس حدیث میں صلوٰۃ مقتدی داخل نہیں چنانچہ
ابوداؤد میں یہ عبارت مذکور ہے حدثنا سفیان عن الزہری عن محمد ابن الربیع عن
عبادہ بن الصامت یبلغ بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ
الکتاب فصاعداً قال سفیان لمن یصلی وحدہ پس سفیان علیہ الرحمۃ نے تصریح
کر دی کہ صلوٰۃ مقتدی اس میں داخل نہیں پس بداہۃً سفیان و معمر کی روایت سے
کالمشاہد معلوم ہو گیا کہ اس روایت عبادہ سے ہرگز وجوب قراءۃ فاتحہ علی المقتدی ثابت
نہیں ہو سکتا اور جتنی روایات متعددہ کثیرہ بسبب تعدد رواۃ اور اختلاف کلمات اور
نقل جزو کل سے جم غفیر کثیر ہو گئیں تھیں اور فی الواقع وہ حدیث واحد تھی ان سب سے یہ
بھی محقق ہو گیا کہ مقتدی پر قراءت فاتحہ ہرگز واجب نہیں پس ہر گاہ کہ یہ زیادۃ فصاعداً
موجبین قراءۃ فاتحہ خلف الامام کے مرام کو سخت مضر تھی لہذا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ
نے جزو قراءۃ میں اس زیادۃ فصاعداً سے انکار فرمایا مگر یہ انکار اُنکا چونکہ خلاف قاعدہ
مقررہ تمام محدثین سلف و خلف کے ہے اور خود اُن کے قاعدہ مسلمہ کے بھی خلاف ہے،
اس لئے قابل التفات نہیں اور اُن کو بھی چونکہ اس زیادۃ سے مفر نہ تھا لہذا اس زیادۃ
کی بالآخر یہ توجیہ کی کہ یہ لفظ فصاعداً اس حدیث میں مثل لفظ فصاعداً روایت قطع سرقہ
کے ہے حیث ورد لا تقطع الا فی ربع دینار فصاعداً الحدیث مگر یہ توجیہ درست
نہیں ہے اسواسطے کہ معنی حدیث لا قطع الی آخرہ کے یہ ہیں کہ ربع دینار میں قطع

ضرور ہے اور اگر اس سے زیادہ ہو تو یہ زیادہ قطع کے لئے نہ ضرور ہے نہ مضر پس خلاصہ اِس
تقریر کا یہ ہوا کہ فاتحہ کا ہونا صلوۃ کیلئے ضرور ہے اگرچہ صلوۃ مقتدی ہو اور ما زاد علی الفاتحہ
ضرور نہیں اگرچہ کوئی نماز ہو پس صلوۃ مقتدی اور غیر مقتدی دونو کو متناول ہے پس یہ
توجیہہ خود حدیث ہذا ابوہریرہ کے جو مرفوعاً مروی ہے کہ لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب
وما زاد اور حدیث ابوسعید خدری کے قال اَمَرنا نبینا ان نقرء بفاتحۃ الکتاب
وما تیسر اور دیگر روایات مرفوعہ کے جنکو کہ بخاری نے جزو قراءۃ میں اور دیگر اصحاب
سنن و مسانید نے باب بیان فرضیت فاتحہ میں روایت کیا ہے مخالف ہے کیونکہ
اُن روایات سے فرضیۃ ما زاد کی معلوم ہوتی ہے اور اس توجیہہ میں عدم حاجت ما زاد مصرح
ہے لہذا یہ توجیہہ بخاری صاحب کی محل نظر ہے اور نیز خود عبادت بن الصامت کے
نزدیک قراءۃ فاتحہ خلف الامام واجب نہ تھی بلکہ اسکو اباحۃً یا استحباباً پڑھتے تھے کیونکہ خود
عبادت ابن الصامت اول میں اس اپنی روایۃ کی نسبت ما زاد علی الفاتحہ لا تفعلوا روایت
کرتے ہیں کہ جس سے قراءۃ ما زاد کی تحریم ثابت ہوتی ہے۔ اور آخر حدیث کے اندر
فصاعداً روایت کرتے ہیں جیسا کہ مسلم و نسائی و ابوداؤد سے معلوم ہو گیا کہ جس سے وجوب
ما زاد کا مفہوم ہوتا ہے جیسا کہ اوپر ثابت ہوا ہے اور یہ امر عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ
جیسے عالم سے محال ہے پس بالضرور اُنکے نزدیک بھی اس عموم کلمہ لا صلوۃ میں صلوۃ مقتدی
داخل نہیں پس اُن کے نزدیک بھی وجوب فاتحہ اور ما زاد کا غیر مقتدی پر ہوا۔ اور اباحۃ فاتحہ
کی مقتدی کے لئے خود عبادۃ بن الصامت کے نزدیک ثابت ہوئی نہ وجوب چنانچہ اوپر
تقریر ہوئی +

دوسری یہ کہ سنن ابوداؤد و جزو قراءۃ وغیرہ میں حدیث عبادہ کی بروایت نافع بن محمود
اس طرح سے مذکور ہے قال نافع ابطاء عنا عبادۃ عن صلوۃ الصبح فاقام ابونعیم المؤذن
الصلوۃ فصلے ابونعیم بالناس واقبل عبادۃ وانا معہ حتی صففنا خلف ابی نعیم

والو نعیم یجہر بالقراءۃ فجعل عبادۃ یقرء بام القران فلما انصرف قلت لعبادۃ

سمعتک تقرء بام القران وابو نعیم یجہر قال اجل صلی بنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ

علیہ وسلم بعض الصلوۃ التی یجہر فیہا القراءۃ فالتبست علیہ القراءۃ فلما انصرف

اقبل علینا بوجہہ فقال ہل تقرؤن اذا جہرت بالقراءۃ فقال بعضنا انا نصنع

ذلک قال فلا وانا اقول مالی ینازعنی القران فلا تقرؤا بشئی من القران

اذا جہرت الا بام القران انتہے

اس روایت سے واضح ہے کہ نافع کے نزدیک قراءۃ فاتحہ مقتدی کو درست نہ تھی

اور نافع نے عبادہ پر یہ اعتراض کیا تھا کہ تم پڑھا کرتے ہو پس عبادہ کو ثابت ہو گیا تھا کہ

نافع نے نہ خود پڑھی نہ اسکو جائز جانا تو ایسی حالت میں اگر قراءۃ فاتحہ عبادہ کے نزدیک

واجب ہوتی تو نافع کو اس واجب کے ترک پر زجر فرماتے اور اُسپر ایجاب فاتحہ کرتے کہ امر

بالمعروف ونہی عن المنکر سب پر فرض ہے مگر عبادہ نے یہ نہ کیا بلکہ اپنے پڑھنے کی اباحۃ

کا عذر سنا دیا کہ جو لا تقرؤا الا بام القران سے ظاہر ہے اور حدیث بالتمام مع تمام ترک قصہ

کہ جس سے اُنکی سند وحجۃ اباحۃ معلوم ہو جاوے وہ بھی سنا دی اور آخر جزو حدیث

لا صلوۃ الا بفاتحہ الکتاب پر اسواسطے قناعت نہ کی کہ نافع کو گمان وجوب کا نہو جاوے

اور اول حدیث سے اباحۃ معلوم ہو جاوے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ قراءۃ

فاتحہ کو مباح سمجھتے تھے۔ پس جبکہ خود عبادہ راوی حدیث اس کو مباح جانتے ہوں

دوسروں کو اسکا مفید وجوب جاننا حالانکہ الفاظ بھی افادہ وجوب سے آبی ہوں

کمال تعجب کی بات ہے +

یہاں ایک امر اور بھی قابل غور ہے وہ یہ کہ نافع بن محمود طبقہ ثالثہ سے ہیں جیسا

کہ تقریب وغیرہ میں مذکور ہے اور صاحب طبقہ ثالثہ کا اکثر صحابہ

سے راوی اور اکثر صحابہ کے حال سے واقف ہوتا ہے چنانچہ تقریب میں

مذکور ہے۔ پس جب نافع کو کسی صحابی سے جواز قراءۃ فاتحہ علی المقتدی معلوم نہ ہوا تھا اس واسطے نافع نے عبادہ پر اعتراض کیا اگر اور صحابہ سے جو آپکے اساتذہ تھے جواز قرأۃ فاتحہ کا معلوم ہوتا تو وہ عبادہ پر کیوں نقض کرتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں اکثر صحابہ قرأۃ فاتحہ کو مقتدی کے لئے جائز و مباح نہ جانتے تھے۔ اور چونکہ درصورۃ فصاعداً اس جملہ لاصلوۃ لمن لم یقرء الخ کا ربط اول حدیث سے خوب ذہن نشین اکثر طلبہ کے نہیں ہوتا اور پریشانی ہوتی ہے لہذا بندہ اسکی شرح کرتا ہے بگوش ہوش سنا چاہئے وہ یہ ہے کہ ہرگاہ قرأۃ مقتدی کی مکہ میں آیۃ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا سے منسوخ ہو چکی تھی تو صحابہ کرام جنکو اسکے نسخ کی خبر پہنچ چکی تھی وہ تو ترک قرأت فاتحہ خلف الامام کر چکے تھے۔ مگر جب آپ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو یہاں مدینہ میں کل یا بعض صحابہ اقتداء میں قرآن پڑھتے تھے مگر یہ پڑھنا اٹھایا تو بوجہ عموم فاقرؤا کے تھا اور عدم اطلاع نسخ کے یا بوجہ کسی رائے اجتہادی کے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر سے ہرگز نتھا چنانچہ خود حدیث عبادہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ آیا تم میرے پیچھے قرآن پڑھتے ہو اگر آپ کے ارشاد اور امر سے پڑھتے ہوتے تو اسکو ذکر کرتے جب آپکو محقق معلوم ہوا کہ یہ لوگ پڑھتے ہیں تو اسوقت ارشاد فرمایا کہ تمہارے پڑھنے کے سبب سے مجھے قرآن کیساتھ منازعت ہوئی اور قرآن پڑھنا مجھے گراں ہوا اور منازعت و گرانی کے معنے یہ تھے کہ آپ قرآن پڑھنے سے رکتے تھے اور قرآن آپکے ذہن سے نکلا جاتا تھا شوق قرأۃ وفہم معنی میں خلل آتا تھا چنانچہ یہ امر خود شائع ہے کہ جب کوئی قاری کے پاس پڑھنے یا بولنے لگتا ہے تو قاری کو متشابہ لگنے لگتے ہیں اور یہی معنے منازعت قرآن کے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کو اپنی طرف کھینچتے تھے کہ پڑھیں اور قرآن آپکے ذہن سے نکلا جاتا تھا بسبب مقتدیوں کی کھس کھس کے

کے اور یہی وجہ ممانعت کی تھی لقولہ تعالٰے واذا قری القران الخ پس اول آپ نے
علت نہی قرأۃ مقتدی کی ارشاد فرمائی بعد اسکے فرمایا کہ لا تفعلوا کہ جس سے ممانعت
قرأت مقتدی کی ثابت ہوگئی اور علت بھی اُسکی معلوم ہوگئی یعنی چونکہ مقتدیوں کا
پڑھنا موجب منازعت کا ہوا اور یہ منازعت حرام ہے اس لئے مقتدیوں کو امام کے
پیچھے قرآن پڑھنا حرام ہے پھر اس سے فاتحہ کو استثنا فرمایا بقولہ الا بفاتحۃ الکتاب چونکہ
استثنا نہی سے مفید اباحت ہوتا ہے تو یہ معنی ہوئے کہ اگر مقتدی فاتحہ پڑھے تو مباح
ہے اسمیں شبہہ ہوتا ہے کہ فاتحہ بھی قرآن ہے اور اُسکے پڑھنے میں بھی منازعت ہوگی پھر
کیا وجہ ہے کہ اسکے پڑھنے کی اجازت و اباحت ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دلیل
اباحت بیان فرمائی بقولہ لا صلوۃ الخ یعنے کوئی نماز سوائے نماز مقتدی کے دنیا میں ایسی نہیں یہ
ہے کہ جس میں فاتحہ اور مازاد نہو لہذا چونکہ فاتحہ سے بالخصوص کوئی رکعت خالی نہیں تو اُسکی کثرت
تکرار سے مشق و مزاولت اسدرجہ کو پہنچ جاتی ہے کہ اُسمیں گنجائش منازعت کی بہت کم ہوتی
ہے بلکہ نہیں ہوتی۔ اسمیں علت منازعت کی گویا مرتفع ہے لہذا یہ مباح ہے اور مازاد علی
الفاتحہ کے ہزارہا صورتیں ہیں کہ جنکا حصر و تعداد شمار سے باہر ہے پس اُنکی مشق و مزاولت
بہت درجہ کم مزاولت فاتحہ سے ہے اور اُنمیں منازعت موجود ہے لہذا حکم اباحت فاتحہ کا دیا
گیا پس چونکہ فاتحہ ہر نماز میں پڑھی جاتی ہے تو بوجہ مزاولت کے منازعت اُسمیں مرتفع ہے
اسلئے وہ مباح ہوئی اور مازاد چونکہ متعین نہیں ہے اور اُسکی مزاولت بھی کم ہے بہ نسبت مزاولت
فاتحہ کے تو اُسمیں منازعت زیادہ ہے اسلئے وہ ممنوع رہی چنانچہ مشاہد ہے کہ فاتحہ میں کم کسی
حافظ یا عامی کو متشابہ لگتا ہوگا بخلاف باقی قرآن کے سور و آیات کے پس یہ دلیل اباحت
قرأت فاتحہ برائے مقتدی ہے اور اس عموم لا صلوۃ میں نماز مقتدی داخل نہیں ہے۔
الحمد للہ کہ معنی حدیث کے باحسن وجوہ محقق ہوگئے اور دعوے مدعیان وجوب قرأت
مقتدی اس حدیث سے اصلاً ثابت نہوا اور نہ عبادۃ بن الصامت کی روایت اور عمل

سے وجوب فاتحہ ثابت ہوا وہو المراد مگر یہ معاملہ ابتداء ہجرت میں ہوا تھا اسواسطے کہ صحابہ
کا آپکے پیچھے قرآن پڑھنا چند سال تک آپ پر مخفی ہرگز نہیں ہو سکتا پس اس سے واضح
ہے کہ اوائل ایام ہجرت میں یہ واقعہ ہوا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اباحت
اپنے اجتہاد سے فرمائی تھی بدیں وجہ کہ حکم نہی قرأت مقتدی معلل بعلت منازعت ہی اور
چونکہ آپ کو باجتہاد خود یہ معلوم ہوا تھا کہ قرأت فاتحہ باعث منازعت نہیں ہوتی لہذا آپنے
اُسکو بوجہ نپائے جانے علت منازعت کے مستثنےٰ جانا تھا یہ نہ تھا کہ بعض حکم آیت کو نسخ فرمایا
ہو پس اس فرد حکم آیت کو روایت عبادہ سے منسوخ جاننا سخت غلطی ہے۔ نہیں نہیں
بلکہ یہ حدیث تفسیر و تقریر آیت کی ہے سو ابتداءً آپ کو معلوم ہوا تھا کہ نہی قرأت معلل
ہے اور قرأت فاتحہ میں علت نہی مرتفع ہے پس آپنے حکم نہی مرتفع فرما کر اُسکی اباحت فرمادی
تھی نہ کہ ایجاب فاتحہ مگر بالآخر بعد تجربہ یہ روشن ہو گیا کہ فاتحہ بھی منازعت سے خالی نہیں ہے
اگرچہ قلیل ہی سہی خصوصاً جبکہ مقتدی کثیر ہوں کیونکہ کثرت اصوات اگرچہ خفیہ ہوں باعث
منازعت ہو جاتی ہیں اور نیز بعض ناواقف جبکہ کسی عالم کو خفیہ طور پر فاتحہ پڑھتے دیکھیں گے
تو اور قرآن بھی پڑھنے لگیں گے اور پھر وہی منازعت قائم ہو جاویگی تو سداً الباب للفتنہ
اس اباحۃ کا اٹھانا ضروری ہوا چنانچہ روایت عمران بن حصین سے یہ امر واضح ہے۔
وعن عمران بن حصینؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی بھم الظہر فلما انفتل
قال ایکم قرء سبح اسم ربک الاعلی فقال رجل انا قال فقال علمت ان
بعضکم خالجنیہا رواہ ابوداؤد اس روایت سے واضح ہے کہ بعد ممانعت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت مقتدی کو پھر آپکے پیچھے کسی شخص نے ظہر میں سبح
اسم پڑھی تو یہ پڑھنا بجز اسکے نہیں کہ جب بعض صحابہ کو انہوں نے سورۃ فاتحہ پڑھتے
دیکھا تو انہوں نے سمجھا کہ امام کے پیچھے قرآن پڑھنا سری نمازمیں درست ہے، سو اباحت
قرأت فاتحہ موجب اس فہم کا ہوئی۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علت

حرمت قرأت مقتدی کو بھیر ذکر فرمایا قد علمت ان بعضکم خالجنیھا سو اس ارشاد
سے سریہ میں بھی قرأت مقتدی کی ممنوع و منہی کی گئی اور معلوم ہوگیا کہ منازعت نماز سریہ
میں پڑھنے سے بھی حاصل ہوتی ہے اور یہ خود واضح ہے اسواسطے کہ ہرگاہ امام قرأت جہر
پڑھتا ہے تو خود امام کی آواز اُسکے کان میں پڑتی ہے اسوجہ سے غیر کی آواز امام کے کان
میں کم پہنچتی ہے اور جب امام آہستہ پڑھیگا تو اپنی آواز کا اثر اُسکے کان میں بہت کم پہنچیگا تو
اس حالت میں غیر و نکی آواز امام کے کان میں زیادہ اثر کریگی اور منازعت زیادہ ہوگی چنانچہ یہ خود
بدیہی ہے تو سریہ میں قرأت مقتدی کی بطریق اولی منہی ہوگی یہی وجہ ہے کہ فجر کی نماز میں جو
مقتدی نے آپ کے پیچھے کچھ پڑھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمیز نہ ہوا کہ کیا پڑھا محض
اصوت کا علم ہوا اسلئے آپ نے فرمایا ھل تقرؤن اور نماز ظہر میں صاف معلوم ہوگیا کہ سبح
اسم پڑھ رہا ہے یہ اسواسطے تھا کہ آپ کی آواز قرأت معارض واز مقتدی قاری سبح اسم
کے نہوئی لہذا یہ قرأت سریہ میں زیادہ باعث منازعت ہے تو وہ اولی بالنہی ہوگی بنسبت جہریہ
کے اور یہ گمان کرنا کہ اس شخص نے سبح اسم پکار کر پڑھا تھا یہ بہت بعید ہے کہ کسی ادنی شخص سے بھی
متظنون نہیں ہوسکتا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ ساکت کھڑے ہوں
اور یہ شخص پکار کر پڑھنا شروع کردے لہذا آخر میں آپ نے اس اباحت کو بھی اٹھا دیا بقولہ واذا قرء
فانصتوا کہ جسکو سلیمان تیمی نے قتادہ سے ابوموسیٰ اشعری کی حدیث میں روایت کیا ہے
اور ابوہریرہ سے مروی ہے اور ابوموسیٰ اشعری اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما عام خیبر میں حاضر ہوئے
ہیں اس سے ظاہر ہے کہ یہ نہی بعد میں اباحت کے ہوئی لہذا قرأت فاتحہ بھی مقتدیوں کو
مباح نرہی پس جو لوگ اقرار اباحت کا کرتے ہیں وہ نافی نسخ اباحت کے ہیں اور جو اس
اباحت کے منکر ہیں وہ مثبت اس نسخ کے ہیں اور جب نافی و مثبت جمع ہوتے ہیں تو مثبت
کو ترجیح ہوتی ہے کما ہو المسلم بین العلما قاطبۃً اور زیادۃ اذا قرء فانصتوا کی نسبت جو
بعض محدثین نے کلام کی ہے اس سے انشاء اللہ تعالیٰ بعد میں بحث کیجائیگی اور نیز غور

کرنا چاہئے کہ ہر چند امام کو حالت قرأت فاتحہ میں قرأت مقتدی کی موجب منازعت نہو بسبب کثرت مزاولت فاتحہ کے مگر کیا ضرور ہے کہ قرأت فاتحہ مقتدیوں کی ہمیشہ حالت قرأت فاتحہ امام میں ہی واقع ہوا کرے بلکہ ہرگاہ کہ سب مقتدیوں کیلئے فاتحہ کی اجازت ہوگئی تو اکثر مقتدیونکی فاتحہ بعد قراءۃ فاتحہ امام کے بھی واقع ہوجاویگی خصوصًا ان مقتدیوں کی جو بہت ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے ہیں یا جو بعد میں آکر شریک ہوئے تو پھر وہ ہی منازعت قائم ہوجاویگی لہٰذا اسدًا لباب الفتنہ اس اباحت کا رفع بھی ضرور ہوا چنانچہ حدیث ابوہریرہ جسکو ابن اکیمہ لیثی نے روایت کیا ہے سنن ابی داؤد اور نسائی میں اسکو نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے عن ابن شہاب عن ابن اکیمۃ اللیثی عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلوۃ جھر فیہا بالقرأۃ فقال ھل قرء معی احد کم انفًا فقال رجل نعم یارسول اللہ قال انی اقول مالی انازع القران الحدیث اس حدیث میں بیہقی نے اپنی سنن کبری میں اوزاعی سے بروایت زہری یہ زیادۃ روایت کی ہے۔ قال فقرء الناس معہ رسول اللہ صلعم فی صلوۃ یجھر فیہا بام القران اور بیہقی نے اس روایت کی اس زیادت میں کوئی کلام نہیں کی اس سے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ پڑھنے سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منازعت ہوئی پس جب آپنے سورہ فاتحہ کو بھی موجب منازعت قرار دیا تو اسکی بھی ممانعت ثابت ہوگئی اور اس حدیث کے آخر میں یہ جملہ مذکور ہے فانتھی الناس عن القراءۃ فی ماجھر فیہ الامام و فی روایۃ الزھری فاتعظ المسلمون بذلک فلم یکونوا یقرؤن فیما جھر اس جملہ میں محدثین نے کلام کی ہے بعض نے اسکو قول ابوہریرہ قرار دیا ہے اور بعض نے کلام زہری۔ بہرحال اگرچہ یہ کلام زہری کی ہو مگر چونکہ زہری عادل صادق ضابط ثقہ مقبول تمام علماء کا ہے اُسکا یہ قول ہرگز ہرگز کاذب نہیں بلکہ صحیح ہے اور صادق مطابق واقع کے ہے خواہ حضرت ابوہریرہ سے سنا ہو خواہ کسی دوسرے ثقہ عادل سے بہرحال اس سے یہ امر ثابت اور محقق ہوگیا

کہ تمام صحابہ کرام اس کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالی انازع القرآن سے
ممانعہ قرأۃ خلف الامام نماز جہریہ میں سمجھ گئے اور سب صحابہ نے مطلق قرأۃ فاتحہ یا غیر
فاتحہ خلف الامام نماز جہریہ میں بسبب ممنوع ہونیکے چھوڑ دی اور اس فہم ممانعہ اور ترک
قرأۃ مطلقہ میں ابوہریرہ بھی شریک ہیں یہ کوئی عاقل نہ کہیگا کہ سب صحابہ نے چھوڑ دیا
تھا مگر حضرت ابوہریرہ نے نہ چھوڑا تھا پس اس حدیث سے جیسا سب صحابہ کا قرأۃ
فاتحہ خلف الامام کا جہریہ میں ممنوع جاننا ثابت ہوتا ہے ابوہریرہ کا بھی قرأۃ فاتحہ وغیر
فاتحہ کا ممنوع جاننا اس ہی روایت سے ظاہر ہے پس اس حدیث ابوہریرہ سے ممانعت
سورہ فاتحہ بھی مقتدی صراحۃً ثابت ہوئی کہ جس سے عدم وجوب فاتحہ علی المقتدی
ثابت ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ روایت ابوہریرہ کی روایت عبادہ سے غیر ہے کیونکہ اسمیں اباحۃ تھی اور
اس میں ممانعۃ ہے اور وہ ابتداء اسلام میں تھی اور یہ بعد اسلام ابوہریرہ کے اور اس روایت سے
یہ بھی محقق ہوگیا کہ وہ روایت جو ابوہریرہ کی وجوب فاتحہ میں آئی ہے جیسا کہ آگے مذکور ہے
اسمیں نماز مقتدی داخل نہیں ہے اور نیز کنز العمال میں بیہقی سے بروایت ابی ہریرۃ منقول
ہے قال کل صلوۃ لا یقرء فیہا بام الکتاب فہی خداج الا صلوۃ خلف الامام
ق فی القراءۃ وضعفہ عن ابی ھریرۃ انتہٰے ہرچند کہ بیہقی نے اسکی تضعیف کی
ہے مگر موئد ہے بروایت سابق جو اوپر لکھی گئی و بحدیث و اذا قرء فانصتوا اور
بروایت جابر جسکو ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے عن ابی نعیم وھب بن کیسان انہ
سمع جابر بن عبد اللہ یقول من صلی رکعۃ لم یقرء فیہا بام القرآن فلم یصل
الا وراء الامام انتہے اور دیگر احادیث صحاح سے اور جو حدیث ضعیف کہ موید باحادیث
صحیحہ ہو جاوے وہ حسب قاعدہ محدثین حسن اور معمول بہ ہو جاتی ہے۔ الحاصل یہ
خوب محقق ہوگیا کہ اباحۃ قرأۃ فاتحہ جو حدیث عبادہ سے مفہوم ہوئی تھی وہ مرتفع ہو چکی
ہے اب ہم پھر تصریح کرتے ہیں کہ حدیث عبادہ ہرگز ناسخ واذا قری القرآن کی نہیں بلکہ

مفسر اسکی ہے اور قرأۃ مقتدی کی مطلقاً بہمیں علۃ منازعت جیساکہ جہریہ میں ممنوع ہے سریہ میں
اُس سے زیادہ مستحق منع ہو۔ اور جو کچھ خلاف اسکے بعض صحابہ سے منقول ہو وہ بوجہ عدم علم ان روایات
کے ہے پس یہ روایت مخالف مذہب حنفی اور مخالف آیہ کریمہ نرہی وللہ الحمد۔

المرام حدیث عبادہ بتمامہ وہ ہے کہ جو ترمذی و ابوداؤد و جزء قرأت میں کہیں بحذف و تغیر بعض
کلمہ اور گاہ بذکر جملہ الفاظ مذکور ہوئی سو اسمیں تین مضمون ہیں جزو اول بیان واقعہ و بیان علت
حرمت قرأت مقتدی کہ منازعت قران ہو اور جزو ثانی حرمت قرءت ما زاد علی الفاتحہ اور اباحۃ
قرأۃ فاتحہ للمقتدی اور جزو ثالث بیان علۃ اباحۃ قرأۃ فاتحہ خلف الامام اور بیان ایجاب فاتحہ
و ما زاد علی غیر المقتدی۔ پس اہل سنن و صحاح نے گاہ فقط جزو اول کو بیان کیا اور گاہ فقط
جزو ثانی کو اور گاہ فقط جزو ثالث کو۔ اور ان سب کے بیان میں بھی گاہ بعینہ وہ ہی الفاظ
روایت کئے کہ جو الفاظ اصل حدیث کے ہیں اور گاہ بنقل معنی و تغیر الفاظ اصل حدیث کہ یہ بھی
جایز ہو بیان مدعا کیا اور بعض مرتبہ نقل بالمعنی میں ایسے لفاظ ذکر کئے کہ اگرچہ بنظر فقیہ اصل مضمون
حدیث میں تغیر نہیں ہوا مگر بنظر سرسری بالضرور خلاف مقصود سمجھا گیا مثلاً اباحۃ کی جگہ وجوب
سمجھا گیا اور عموم کلمہ لاصلوۃ میں مقتدی بھی داخل جانا گیا اور یہ ہر دو امر اصل الفاظ حدیث سے
ہرگز متبادر نہیں ہو سکتے بدینوجہ ہرچند کہ حدیث کے معنے واحد ہیں مگر باعتبار الفاظ کو وہی معنی
اصلی سمجھئے کہ جو اصل الفاظ حدیث میں ہیں ورنہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ حدیث واحد او معنی اس
سے متضاد پیدا ہو جاویں لہذا اہل علم و فہم کو اسکی رعایت ضرور ہے اگر بندہ اُن سب الفاظ
روایات کو جمع کرے تو بہت طول ہو جاتا ہے لہذا اہل علم کو متنبہ کئے دیتا ہے کہ اصل حدیث جو
بتمامہ صحاح میں مذکور ہو اُسکے معنے سمجھکر جملہ روایات اس حدیث کو مطول و مختصر جزو کل مروی بمعناہ و
بالفاظ المختلفہ کو ایک معنی پر نازل فرماویں تاکہ اشکال اختلافات روایات میں مبتلا نہو جاویں
اور یہی وجہ ہوئی کہ اکثر علماء کو اصل مضمون کے فہم میں تردد اور اختلاف ہوا اور یہی حال دیگر
روایات میں بھی مرعی رہے فقط واللہ تعالے اعلم +

تیسری دلیل موجبین قرأت فاتحہ خلف الامام کی حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی
عنہا کی ہے جسکو سنن ابن ماجہ میں بایں الفاظ نقل فرمایا ہے عن عائشۃ رضی اللہ عنہا انہا
قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل صلوۃ لا یقرء فیہا
بام الکتاب فہی خداج اور بخاری نے جزو قرأت میں اس حدیث کو اسی سند سے جو
ابن ماجہ میں مذکور ہے بدیں الفاظ نقل کیا ہے قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یقول من صلی صلوۃ لم یقرء فیہا بام القرآن فہی خداج ثم ہی خداج پس
یہ ہر دو حدیث فی الحقیقۃ ایک حدیث ہیں بسبب جواز نقل الروایت بالمعنی کے دو الفاظ
سے مروی ہوئے ہو ورنہ حدیث واحد ہے گو اسکو بحسب اصطلاح محدثین دو حدیثیں شمار کریں
مگر اس حدیث کے عموم صلوۃ میں نماز مقتدی داخل نہیں اولا بوجہ اس حدیث ابوہریرہ کے
کہ سابقا لکھی گئی کہ رسول اللہ صلعم نے قرأت فاتحہ کو بھی موجب منازعۃ فرمایا اور سب صحابہ نے
ترک کردیا سو جو امر موجب منازعۃ کہ علۃ تحریم اور صحابہ کا ترک کیا ہوا ہے کیونکر واجب اور رکن
ہوسکتا ہے ثانیا حدیث صحیح حضرت ابوبکرہ کی جسکو بخاری نے اپنے صحیح میں روایت کیا ہے
اس سے صاف واضح ہے کہ فاتحہ مقتدی پر ہرگز واجب نہیں روی البخاری عن الحسن
عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالی عنہ انہ انتہی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہو راکع
فرکع قبل ان یصل الی الصف فذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال
زادک اللہ حرصا ولا تعد انتہی اب جائے غور ہے کہ اگر مقتدی پر قرأۃ فاتحہ واجب تھی
تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیوں انکو حکم اعادہ نماز کا نفرماتے اور یہ عذر جو بعض علما نے کیا ہے کہ یہ
از خصوصیات ابی بکرہ سے ہے واسطے تعجب ہے کیونکہ یہ مذہب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور
زید بن ثابت و عبد اللہ بن عمر و عبد اللہ بن زبیر اور عبد اللہ بن مسعود سے منقول ہے جیسا کہ
بیہقی میں ہے ان ابا بکر الصدیق و زید بن ثابت دخلا المسجد و الامام راکع فرکعا
ثم دبا و هما راکعان حتی لحقا بالصف وفی البیہقی ایضا عن زید بن ثابت قال

خرجت مع عبد اللہ یعنی ابن مسعود من دارہ الی المسجد فلما توسطنا المسجد رکع
الامام فکبر عبد اللہ ورکع ورکعت معہ ثم مشینا راکعین حتی انتھینا الی الصف
حین رفع القوم رؤسھم فلما قضی الامام الصلوۃ قمت وانا اری انی لم ادرک
فاخذ عبد اللہ بیدی واجلسنی ثم قال انک قد ادرکت ۱۲ باب من رکع دون
الصف ثمانیاً حدیث بیہقی جسکو وہ سنن کبری میں روایت کرتے ہیں۔ قال شعیب عن
عبد العزیز ابن رفیع عن رجل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا جئتم
والامام راکع فارکعوا وان ساجداً فاسجدوا ولا تعتدوا بالسجود اذا لم یکن
معہ الرکوع صاف دلیل ہے کہ مدرک رکوع مع الامام مدرک رکعت ہوتا ہے عام ہے کہ فاتحہ
پڑھے یا نہ پڑھے تاسعاً حدیث عایشہ صدیقہ مین ابن عدی نے اپنے کامل مین زیادہ لفظ
آیتین کی ثابت کی ہے بدین الفاظ کل صلوۃ لایقرء فیھا بفاتحۃ الکتاب وآیتین فھی خداج
اور ابن عساکر نے بعینہ انھیں الفاظ سے روایت کیا ہے پس بدین وجوہ چہارگانہ ہرگز
صلوۃ مقتدی اس عموم صلوۃ حدیث عائشہ مین داخل نہیں ہوسکتی اور پہلی حدیث عبادۃ بن
صامت رضی اللہ عنہ میں متحقق ہوچکا ہے کہ مازاد علی الفاتحہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مقتدی پر حرام فرماچکے لہذا اس عموم صلوۃ حدیث عائشہ میں صلوۃ مقتدی داخل نہیں ہوسکتی
چنانچہ بیہقی نے سنن کبری میں لکھا ہے عن عاصم بن ذکوان عن عائشہ وعن ابی ھریرۃ
انھما کانا یامران بالقراءۃ وراء الامام اذا لم یجھر وفی البیہقی عن ابی صالح عن
ابی ھریرۃ وعائشۃ انھما کانا یامران بالقراءۃ فی الظھر والعصر فی الرکعتین الاولیین
بفاتحۃ الکتاب اس سے صاف ظاہر ہے کہ جہریہ میں حضرت عائشہ صدیقہ مانع قراءۃ
خلف الامام تھیں یا بوجہ حدیث ابن اکیمہ کے کہ اسمیں فانتھی الناس عن القراءۃ وارد
ہے کہ جملہ صحابہ میں آپ بھی داخل ہیں یا بوجہ اسکے کہ واذا قری القران فاستمعوا وارد ہے
پس بہرحال نماز جہریہ حضرت عائشہ کے نزدیک بھی اس عموم صلوۃ میں داخل نہیں اور امر

قرأۃ سریہ میں بوجہ اسکے تھا کہ انکے نزدیک نماز سریہ مقتدی کی عموم صلوۃ اس حدیث میں داخل ہے یا بوجہ دیگر اور یہ امر قرأۃ وجوبًا یا استحسانًا انکی رائے ہے اگرچہ احادیث صحاح کے خلاف ہے چنانچہ یہ امر تقریر حدیث عبادہ سے واضح ہے کہ قرأۃ سریہ میں منازعت قرآن حدیث عمران بن حصین سے صاف روشن ہے اور وقوع منازعۃ قراءت فاتحہ وماز اد میں دیگر روایات سے واضح ہے پس اس حدیث سے بھی ثبات وجوب فاتحہ علی المقتدی پر حجۃ لانا بیکار اور غیر صحیح ہے فقط واللہ تعالی اعلم ۔

چوتھی دلیل روایت عبداللہ بن عمرو ہے جو کہ جد عمرو بن شعیب ہیں اُس سے حجۃ لائی جاتی ہے جسکی الفاظ ابن ماجہ میں یہ ہیں عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کل صلوۃ لا یقرء فیھا بفاتحۃ الکتاب فھی خداج خداج اور جزو قراءت میں بھی ایک روایت میں اس حدیث کو ہمیں الفاظ نقل کیا ہے اور اس حدیث سے بھی مدعا موجبین فاتحہ علی المقتدی کا ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ متن بعینہ وہ ہی حدیث ہے کہ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمائی لہذا اسکے عموم صلوۃ میں بھی صلوۃ مقتدی داخل نہیں بوجوہ مذکورہ دربیان حدیث عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا اور اگرچہ زیادت لفظ آتیں کی اس حدیث میں نہیں مگر جبکہ یہ متن حدیث بعینہ وہ ہی حدیث ہے کہ جسکو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا نے بیان کیا ہے تو جیسا اسمیں زیادت ایتین کی ثابت ہوگئی تو وہ زیادت اسمیں بھی ثابت ہوگئی کیونکہ جب ایک راوی کی بعض ثقہ تلامذہ کی زیادہ معتبر ہے تو ایسا ہی جب ایک حدیث میں ایک صحابی سے کچھ زیادت ثابت ہوجاویگی تو وہ زیادۃ دوسرے صحابی کی بھی روایت میں ثابت ہوجاویگی بلا فرق ۔ لہذا اس حدیث کو بھی معرض استدلال میں پیش کرنا بیسود ہے اور موجبین قرأۃ فاتحہ خلف الامام کے نزدیک تو عمومًا حدیث مطلق مقید پر حمل کی جاتی ہے اگرچہ دو حدیث ہوں اور یہاں تو ہر دو ایک حدیث ہیں اور نظائر یہ ہے کہ عموم فانتھی الناس وار وحدیث ابن اکیمہ عبداللہ بن عمرو کو بھی متناول ہے کیونکہ وہ

بھی صحابی تھے فقط واللہ تعالی اعلم +

**پانچویں دلیل حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ کی جسکے الفاظ صحیح مسلم میں یہ ہیں۔**

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی صلوۃ لم یقرء فیھا بام القران فھی خداج ثلثا غیر تمام اور جزء قراءۃ میں یہ روایت ان الفاظ سے بھی مذکور ہے عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل صلوۃ لا یقرء فیھا بام القران فھی خداج غیر تمام یہ حدیث بعینہ وہی روایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی ہے اور بوجوہ اربعہ مذکورہ حدیث عائشہ نماز مقتدی اسمیں داخل نہوگی اور وہ زیادت آیتیں کی اس روایت ابوہریرہ میں بھی ثابت ہوگی جیسا کہ روایت عمرو بن شعیب میں ثابت ہوگئی کیونکہ یہ ہرسہ احادیث متناً ایک ہی روایت ہیں پس جب اُسکے ایک طریق میں زیادت ثابت ہوگئی تو سب طرق میں ثابت ہوگئی۔ پس اس حدیث کے عموم صلوۃ میں صلوۃ مقتدی ہرگز داخل نہیں اور ابوہریرہ کے نزدیک بھی نماز مقتدی اس عموم میں داخل نہیں صلوۃ جہریہ کا خروج تو خود روایت ابوہریرہ سے واضح ہے کہ بوجہ مزاحمت قراءۃ فاتحہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مالی انازع القران اور سب صحابہ نے مع حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہم قراءت فاتحہ خلف الامام کو چھوڑ دیا تھا اور قراءۃ مقتدی جہریہ میں ابوہریرہ کے نزدیک ممنوع ہوگئی تو پھر اس حدیث میں حضرت ابوہریرہ اُسکو کیونکر داخل سمجھ سکتے ہیں اور حدیث عائشہ میں سنن کبرے بیہقی سے منقول ہوگیا کہ ابوہریرہ غیر جہریہ میں قراۃ فاتحہ کا امر کرتے تھے جس سے معلوم ہوا کہ جہریہ میں امر نکرتے تھے اور سریہ میں جو امر قرأت تھا وہ استحباباً تھا نہ وجوباً بدلیل اس حدیث کے کہ سابقاً کنز العمال سے منقول ہوچکی کل صلوۃ لا یقرء فیھا بام الکتاب فھی خداج الا صلوۃ خلف الامام کہ اس حدیث میں مطلقاً قراءت فاتحہ خلف الامام کو نفی کردیا ہے اور سنن کبرے میں امام مالک سے یوں نقل کیا ہے قال مالک بلغہ ان ابا ھریرۃ کان یقول من ادرک الرکعۃ فقد ادرک السجدۃ ومن فاتہ قراءۃ ام القرآن فقد فاتہ

خیر کثیر - اس سے صاف ظاہر ہے کہ ابوہریرہ کے نزدیک بدون فاتحہ کے مطلق صلوۃ تمام ہو جاتی ہے مگر ہاں فاتحہ کے نہ پڑھنے سے ثواب کم ہو جاتا ہے یہ خود دلیل استحباب کی ہے -

الحاصل ابوہریرہ کے نزدیک مطلقاً کسی صلوۃ میں فاتحہ واجب نہیں بلکہ جہریہ میں ممنوع اور سریہ میں مستحب ہے ابوہریرہ اس حدیث میں صلوۃ مقتدی کو کس طرح داخل کر سکتے ہیں - اور ابوہریرہ جیسے سے کیسے ہو سکتا ہے کہ کہیں قراءۃ فاتحہ کو ممنوع فرماویں اور کہیں واجب - مگر علماء حدیث نے اس حدیث کے ظاہر کو دیکھکر یہ سمجھ لیا کہ ابوہریرہ کے نزدیک نماز مقتدی اسمیں داخل ہے اور اقوال ابوہریرہ جنسے کہ عدم وجوب ظاہر و باہر تھا اسکی طرف خیال نفرمایا لہذا جو کچھ اس حدیث سے اہل ظاہر نے سمجھا اسکی ہم تقریر کرتے ہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جسوقت یہ حدیث مرفوع پڑھی اور اس سے ثابت کیا کہ مقتدی پر قراءت فاتحہ ہر نماز میں واجب ہے تو اُن سے کہا گیا کہ ہم احیاناً امام کے پیچھے بھی ہوتے ہیں تو وہاں قرأت کیسے پڑھیں تو قراءت مقتدی اس وجوب میں کیونکر داخل ہو سکتے ہیں تو ابوہریرہ نے فرمایا کہ تو اپنے دل ہی دل میں فاتحہ کو پڑھ لے کیونکہ قراءت فاتحہ مقتدی پر واجب ہے بدلیل اس حدیث تقسیم کے کہ اس میں لفظ صلوۃ کا فاتحہ پر بولا ہے جہاں فاتحہ نہوگی وہاں نماز بھی نہوگی الخ

اب ہم عرض کرتے ہیں کہ اگر یہ معنے صحیح ہیں تو مدار اس ایجاب کا اس اطلاق لفظ صلوۃ پر ہے سو ابوہریرہ نے اپنے قیاس سے ادخال صلوۃ مقتدی کا عموم صلوۃ حدیث میں فرمایا مگر یہ قیاس مخالف نص صریح صحیح کے ہے اور جو قیاس مخالف نص صریح کے ہو وہ معتبر نہیں ہوتا سو دیکھو حدیث ابوبکرہ میں کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے باوجود نہونے فاتحہ کے نماز ابوبکرہ کو صحیح رکھا اور جہریہ میں قراءۃ فاتحہ پر صاف ممانعت فرمایا جس سے ممانعت صاف ظاہر ہے اور حدیث بیہقی میں باوجود نہونے فاتحہ کے ادراک رکوع پر مطلقاً ادراک رکعۃ کا حکم فرمایا یہ سب شرح حدیث عائشہ میں گذر چکا ہے پس مقابلہ ان احادیث کے یہ قیاس کیونکر معتبر ہو سکتا ہے بہرحال اگر رائے ابوہریرہ کی یہی تھی جو اہل ظاہر سمجھے تو اس قیاس ابوہریرہ سے ہرگز انکا مدعا ثابت نہیں ہوتا اور نماز مقتدی اُس میں داخل نہیں ہو سکتی واللہ تعالےٰ اعلم -

اب بندہ عرض کرتا ہے کہ تمام ممالک اور اہل السنہ مختلفہ میں اور معاملات دین و دنیا میں شایع وذایع ہے کہ جب کسی مجلس ومجمع میں کوئی کلام ہوتی ہے تو بعض کلام میں اگرچہ محمل ہو یا مطول کلام ماسبق مالحق یا قراین حال سے یا تقدم وتاخر الفاظ سے یا لب ولہجہ یا حرکت چشم وسر ودست ایسے ہوتے ہیں کہ مراد متکلم کی اُنکے ذریعہ سے بخوبی واضح ہوجاتی ہے اگرچہ الفاظ دوسرے معنی کو بھی محتمل ہوں اور پھر جب وہ کلام تحریری یا زبانی نقل کیجاتی ہے اور اُن قراین میں سے بعض یا کل محذوف ہوجاتے ہیں تو اسوقت اسی کلام سے مراد متکلم کی مخفی ہوجاتی ہے اور معنے غیر مراد متکلم متبادر ہوجاتی ہیں تو ایسے حال میں سامعین دوسری مجلس کے اُس کلام کے وہ معنے تعین کرلیتے ہیں کہ جو مراد متکلم کی نتھی مگر حاضرین مجلس اول اور وہ لوگ جو حاضرین مجلس اول سے سنے ہوئے تھے وہ مراد متکلم اور اُسکے معنے حقیقی اور واقعی جانتے ہیں اور دوسرے معنی کو جو متبادر ہیں غلط سمجھتے ہیں بلکہ حاضرین مجلس اول بھی جن کو قراین سے ذہول ہوا ہے وہ معنے غیر مراد متکلم کو سمجھ جاتے ہیں اور یہ قاعدہ نہایت کار آمد اور نہایت صحیح ہے اور نظایر اسکے احادیث میں بہت موجود ہیں اور اس قاعدہ کے ذہول سے بہت اختلافات علما میں پیدا ہوگئے ہیں۔ اب بندہ دو نظیریں پیش کرتا ہے اول خود حدیث عبادہ کہ اگر ساری حدیث کو اول سے آخر تک دیکھئے تو اُسکی ایک مراد متعین معلوم ہوتی ہے کہ جسکی بندہ اول تقریر کرچکا بعد اوسکے جب رواۃ حدیث نے جزو آخر حدیث کا حسب مدعا ئے خود جدا کرکے بحذف بعض کلمات روایت کیا قولہ لا صلوۃ لمن لم یقرء بفاتحہ الکتاب تو اُسکے دوسرے معنے متبادر ہوگئے کہ جسکی بندہ شرح کرچکا ہے اور متقدمین علماء جو اس روایت کو محققین سے سنے ہوئے تھے اُنہوں نے بلحاظ قولہ علیہ السلام فصاعدا وقولہ مالی انازع القران اوسی معنوں پر جزم رکھا کہ جو ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا اور جو کچھ معنے بحذف ماسبق ومالحق متبادر ہوگئے تھے اُسپر توجہ نکی۔ دوسری نظیر اذان ابو محذورہ کی نسائی میں اسکا قصہ مذکور ہے کہ ابو محذورہ نے مع دیگر اپنے ہمراہیونکے جب اذان کا استہزا کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو بکڑ بلایا اور سوا ئے ابو محذورہ کے سب کو چھوڑ دیا اذان

سے اذان کہلائی تو ابو محذورہ خود کہتے ہیں کہ چونکہ مجھکو تکلم شہادتین سے کراہتہ تھی تو شہادتین کو میں نے
دبی زبان سے کہا اُسپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو شدت سے فرمایا کہ ارفع صوتک تو میں نے
آپکے کہنے سے رفع صوت کیا تو حاضرین واقعہ کو جو کہ اذان مقررہ سُنے ہوئے تھے معلوم ہوگیا کہ یہ تکرار برفع
صوت واسطے رفع کراہتیہ قلبی ابو محذورہ کے اور واسطے رفع کفر ابو محذورہ کے تھا نہ یہ کہ تکرار کو سنت اذان
مقرر فرمایا ہو مگر ابو محذورہ اس نکتہ کو نہ سمجھے اس واقعہ کو نسائی نے مشرح بیان کیا ہے کہ جس سے یہ
امر واضح ہوگیا اور بعض دیگر نے مختصراً بیان کیا لہذا اُنکی تلامذہ کو یہ معلوم ہوگیا کہ یہ تکرار شہادتین سنت
اذان ہے پس یہ واقعہ حدیث ابو ہریرہ کا بھی ایسا ہی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم کہ اُس
مجلس ابو ہریرہ میں مسئلہ قراءت فاتحہ کا مذاکرہ تھا اور ابو ہریرہ نے اول یہ ارشاد کیا کہ کسی نے کسی وقت
نماز جہریہ میں خلف رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتحہ پڑہی تھی اور اُسپر آپنے مالی انازع القرآن
فرمایا تھا جس سے صحابہ ممانعت فاتحہ خلف الامام کی نماز جہریہ میں سمجھ گئے تھے لہذا جہریہ میں فاتحہ
مقتدی کو ممنوع ہے بسبب منازعت کے اور سریہ میں مستحب مگر منفرد اور امام پر واجب ہے لقولہ سمعت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من صلی صلوۃ لم یقرء فیھا الحدیث۔ پس جب ابو ہریرہ
اپنی کلام تمام کر چکے تو ابو السائب نے اس حدیث کے بارہ میں کوئی گفتگو نہیں کی بلکہ کلام سابق میں جو
سریہ میں ابو ہریرہ استحباب قراءت فاتحہ مقتدی کی قائل ہوئے تھے یا یہ کہئے کہ اُسوقت یہ کلام نتھی
بلکہ ابو السائب اس مذہب ابو ہریرہ کو پہلے سے سُنے ہوئے تھے بوقت ذکر اس حدیث کے اوسکی
تحقیق مناسب سمجھی تو ابو السائب نے عرض کیا کہ یا حضرت نماز سریہ میں ہم احیاناً امام کے پیچھے ہوتے ہیں
اور حسب ارشاد آپکے اگر ہم فاتحہ سریہ میں پڑھیں گے تو یہاں بھی وُہی منازعۃ پیش آویگی جو جہریہ میں
پیش آتی ہے بلکہ جہریہ سے بھی زاید۔ تو اس کا جواب ابو ہریرہ نے دیا کہ اپنے دل دل میں پڑھ لے
ایسی صورت سے کیوں پڑھے کہ منازعت قائم ہو اور پھر اس اشکال کو رفع کیا کہ آپ اس میں اسقدر
گنجاوکاؤ کیوں فرماتے ہیں کہ استحباباً پڑھنے کی تاکید فرماتے ہیں، حالانکہ جہریہ میں آپ بھی ممانعت فرماتے ہیں
میں اسلئے تاکید استحباب کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ نے فاتحہ کو صلوۃ فرمایا اور اسکی تقسیم اپنے اور بندہ پر بالمناصفہ فرمائی اور اسکی شرح کی کہ

بقول عبدی کذا یقول عبدی کذا جس سے صاف روشن ہے کہ فاتحہ کے پڑھنے میں خیر کثیر ہے۔ ہر چند کہ امام کی ہی پڑھنے میں نفع ہے مگر بلا واسطہ خود پڑھنے میں زیادہ منفعت ہے اور اگر جہریہ میں ممانعت صریح نہ ہوتی تو وہاں بھی استحباب ہوتا مگر بسبب مخالفت شارع علیہ السلام کے وہاں ہم جرأت نہیں کر سکتے واللہ اعلم یہ مراد ابوہریرہ کی ہے۔ نہ اونکے نزدیک قراءۃ مقتدی کی اس حدیث میں داخل ہے اور نہ ابو السائب نے بوجہ اس مذہب کے اونپر اعتراض کیا اور نہ ابوہریرہ نے نماز مقتدی کو اسمیں داخل کیا بلکہ دوسرا ہی مذاکرہ تھا پس اس صورت میں کوئی مخالفت نہ قول ابوہریرہ کی حدیث سے پیدا ہوتی ہے نہ باہم اقوال ابوہریرہ رضی اللہ عنہ متعارض ہیں۔ مگر اس طرف ہمارے علماء احناف نے توجہ نفرمائی کیونکہ انکے پاس اونکے مطلب کے واسطے اور بہت سی احادیث موجود ہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال

اب بغور سنا چاہیے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسب حکم واذا قری القران فاستمعوا لہ وانصتوا الخ قراۃ مقتدی کو مطلقاً ممنوع فرما چکے تھے اور تا آخر اسی حکم کو قائم اور برقرار رکھا مدینہ طیبہ میں آکر جب مقتدیوں کا پڑھنا آپ کو معلوم ہوا تو اوسوقت سے حسب حکم آیۃ قرأت قرآن سے سبکو منع فرما دیا مگر فاتحہ کی بوجہ عدم ظن منازعت اباحۃ فرما دی تھی مگر پھر آخر میں اس اباحۃ کو بھی اٹھا دیا تھا چنانچہ حدیث عبادۃ بن الصامت میں اسکی تحقیق ہو چکی ہے مگر آپ کو اس امر کا انتظام کرنا ضروری تھا کہ آیۃ فاقرؤا ما تیسر من القران سے مبادا کسیکو یہ خیال گذرے کہ نفس قرأت قرآن کمال نماز میں کافی ہے فاتحہ ہو یا غیر فاتحہ جب مصلی نے کسی جگہ سے کوئی آیۃ قرآن کی پڑھدی تو وہ امر فاقرؤا ما تیسر من القران کا عامل ہو گیا کوئی تخصیص تکمیل نماز میں سورہ فاتحہ کی نہیں کیونکہ آیت مطلق ہے اور جب مطلق کے کسی فرد پر عامل ہو گیا تو فرض ادا ہو گیا سو ہر چند کہ یہ فہم ادائے فرض میں صحیح ہے مگر تکمیل نماز بدون فاتحہ کے نہیں ہو نیکی سو آپکو اس تکمیل کا اظہار مقصود تھا۔ دوسرے یہ کہ کسیکو یہ خیال گذرے کہ نفس فاتحہ تو ضروری ہے مگر تکمیل نماز میں زاید علی الفاتحہ کی حاجۃ نہیں چنانچہ یہ امر امۃ میں پایا گیا خود حضرت ابوہریرہ کی ہی اس روایت سے کہ جزو قرأت میں ہے عن عطاء عن ابی ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال یجزی بفاتحہ الکتاب وان زاد فھو خیر اور اسکے بعض طریق

میں یہ الفاظ ہیں وان زاد فھو افضل اس روایت سے بعض علماء کو یہ شبہہ ہو گیا کہ فاتحہ تو رکن نماز ہے مگر ما زاد علی الفاتحہ رکن نہیں حالانکہ ابوہریرہ کی روایات میں خلاف اسکا موجود ہے چنانچہ حدیث منادی آگے آتی ہے اور سنن ابوداؤد میں حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔ کہ قال کان الحسن یقرء فی الظھر والعصر اماما وغیر امام بفاتحۃ الکتاب ویسبح ویکبر ویھلل قدر قاف والذاریات انتہی اور ظاہر یہ ہے کہ اس حدیث کے عموم صلوٰۃ کی وجہ سے کہ اسمیں ما زاد کا ذکر نہیں ہے انکو بھی شبہہ ہوا پس اس فعل حسن کے دو احتمال ہیں یا یہ کہ نفس قراءت کو تکمیل نماز کیلئے کافی سمجھتے تھے فاتحہ ہو یا غیر فاتحہ یا یہ کہ تخصیص فاتحہ کی تھی اور باقی کی ضرورت نہ سمجھتے تھے پس اس امر کے ایجاب و اظہار کیلئے یہ ہر سہ احادیث مذکورہ اور امثال انکے بار بار ارشاد فرماتے تھے کبھی ایک حدیث میں دونو کا ذکر تھا اور گاہ گاہ حسب اقتضاء وقت ایک کا تھا کسی وقت میں فاتحہ اور ما زاد دونو کا ذکر فرمایا اور کسی وقت میں فقط فاتحہ کو اور چونکہ امر فاتحہ زیادہ اہم تھا اسلئے فقط اسکو اکثر فرماتے تھے لہذا بعض علماء کو یہ شبہہ ہو گیا کہ فاتحہ کل صلوات میں واجب ہے اور نماز مقتدی اسمیں داخل ہے حالانکہ جس روایت میں ما زاد کا ذکر فرمایا اس سے معلوم ہو گیا کہ اس عموم میں نماز مقتدی داخل نہیں۔

چھٹی حجۃ موجبین فاتحہ خلف الامام کی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے جسکو ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور بخاری نے جزء قراءت میں نقل کیا ہے قال ابو ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخرج فناد فی المدینۃ انہ لا صلوۃ الا بقراءۃ بفاتحۃ الکتاب فما زاد مگر اس حدیث سے بھی وجوب فاتحہ علی المقتدی ثابت نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ اسمیں ما زاد کو بھی واجب فرمایا ہے اور ما زاد کی ممانعت مقتدیوں کو خود قرآن و احادیث سے اوپر ثابت ہو چکی ہے اور غرض اس ندا سے اوسی امر کا انتظام تھا جو اوپر مذکور ہو چکا اور لا صلوۃ میں اونکی ہی صلوۃ مراد ہے جن پر قراءت فرض ہے یعنی امام و منفرد واللہ اعلم۔

ساتویں حجۃ موجبین کے روایت ابو سعید خدری کی ہے جو جزء قراءت و ابوداؤد وغیرہ میں ہے قال امرنا نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ان نقرء بفاتحۃ الکتاب وما تیسر۔ ظاہر ہے کہ اسمیں

بھی مقتدی داخل نہیں ہے بہمیں وجوہ کہ سابقاً مذکور ہوئیں اور جب ما تیسر مقتدی پر محظور کیا گیا ہے تو یہاں ما مور وہی لوگ ہیں کہ جنپر قرأت واجب ہے اعنی امام و منفرد واللہ تعالیٰ اعلم۔

**آٹھویں حجۃ** سو جبن قراءت مقتدی کی حدیث ابو قلابہ کی محمد بن ابی عائشہ سے ہے جسکے الفاظ تلخیص الجبیر میں سند امام احمد سے یہ ہیں محمد بن ابی عائشہ عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قال رسول اللہ صلعم لعلکم تقرؤن والامام یقرء قالوا انا لنفعل قال لا الا ان یقرء احدکم بفاتحۃ الکتاب اسنادہ حسن رواہ ابن حبان من طریق ایوب عن ابی قلابہ عن انس اور اس کے الفاظ جزء قرأت میں یہ ہیں عن ابی قلابۃ عن محمد بن ابی عائشہ عمن شہد ذاک قال صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما قضی صلوتہ قال اتقرؤن والامام یقرء قالوا انا لنفعل قال فلا تفعلوا الا ان یقرء احدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ انتہی اس حدیث سے خواہ یہ واقعہ وہی ہو جو حدیث عبادہ میں مذکور ہوا یا دوسرا واقعہ ہو ممانعت ما زاد علی الفاتحہ کی اور اباحۃ فاتحہ کی ثابت ہوتی ہے کیونکہ استثنا نہی سے مفید اباحۃ ہوتا ہے نہ مفید وجوب چنانچہ اسکی تحقیق حدیث عبادہ میں ہو چکی۔

**نویں حجت** حدیث ابو قلابہ ہے جو انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور جزو قرأت میں اور ابن حبان نے اسکو حدیث سابق کے ساتھ ذکر کیا ہے سو یہ دونو حدیث واحد ہیں کہ دونو طریق سے منقول ہوئیں اور یہی وجہ ہے کہ صاحب تلخیص جبیر نے پہلے روایت نقل کر کے دوسری روایت کے فقط لفظ سند کے ذکر کر دیے ہیں متن حدیث کو ذکر نہیں کیا الغرض باعتبار متن کے دونو حدیث واحد ہیں اور اسکے الفاظ جزو قرأت میں یہ ہیں عن ایوب عن ابی قلابہ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی باصحابہ فلما قضی صلوتہ اقبل علیہم بوجہہ فقال اتقرؤن فی صلوتکم والامام یقرء فسکتوا فقالہا ثلاث مرات فقال قائل وقائلون انا لنفعل قال فلا تفعلوا ولیقرء احدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ اس حدیث میں راوی نے بجائے الا کلمہ استثنائیہ کے ولیقرء بلفظ امر روایت کیا ہے جس سے بظاہر وجوب مفہوم ہوتا ہے لیکن واضح ہو کہ لفظ ولیقرء یہاں بمعنے امر اباحۃ کے ہے کہ راوی نے

اباحت کو سمجھا اور اس لفظ سے بیان کردیا اور ممکن ہے کہ راوی نے وجوب ہی سمجھا اور نقل بالمعنی میں تصرف کیا اور حدیث عبادہ میں بھی مثل اسکی واقع ہوا ہے چنانچہ طبرانی نے معجم کبیر میں حدیث عبادہ کو بدیں لفظ روایت کیا ہے۔ عن عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالی عنہ قال من صلی خلف الامام فلیقرء بفاتحۃ الکتاب پس دیکھو کہ تمام روایات کثیرہ عبادہ میں یہ روایت بلفظ استثنا واقع ہوئی ہے اور اسجگہ بجائے الا کے فلیقرء بھی ایک راوی نے کہا ہے بس ایسا ہی اس حدیث انس رضی اللہ عنہ میں اوپر کی روایت میں ابو قلابہ یا کسی اور راوی نے لفظ الا کا ذکر کیا ہے اور یہاں ابو قلابہ کی روایت میں فلیقرء مذکور ہے لہذا اس لفظ سے ایسی حالت میں ہرگز وجوب ثابت نہیں ہوسکتا بلکہ وہی اباحت جو لفظ الا سے سمجھی جاتی ہے اس سے بھی سمجھی جاویگی اور ظاہر ہے کہ یہ وہی واقعہ ہے جسکو حدیث عبادہ میں بیان کیا گیا ہے مگر یہاں مختصراً بیان کیا گیا ہے ہر چند کہ اس روایت کو جزو قرأت میں نقل کیا گیا ہے اور ابن حبان نے دونوں طریقوں کو محفوظ کہا ہے مگر بیہقی نے اس دوسرے طریق کی تضعیف کی ہے چنانچہ تلخیص حبیر میں ہے ورواہ ابن حبان من طریق ایوب عن ابی قلابہ عن انس وزعم ان الطریقین محفوظان وخالفہ البیہقی فقال ان طریق ابی قلابہ عن انس لیست بمحفوظۃ انتہی واللہ اعلم ۔

دسویں حجت حدیث ابی امامہ رضی اللہ تعالی عنہ کی ہے جو بیہقی نے نقل کی ہے انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یقرء خلف الامام بفصاعدا فصلوتہ خداج اور یہ حدیث عند دلیل موجبین فاتحہ خلف الامام کی ہے مگر واضح ہو کہ اس حدیث میں بظاہر متبادر اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ خلف الامام مطلق قرأت فرض ہے خواہ فاتحہ ہو یا غیر فاتحہ کوئی خصوصیت فاتحہ کی نہیں اگر مقتدی سوائے فاتحہ کے کوئی آیت قرآن کی پڑھ لیگا تو بھی نماز تمام ہوجائیگی سو اولاً یہ مرحدیث عبادہ سے مخالف ہے کہ اسمیں مقتدی پر زائد علی الفاتحہ کو منع فرمایا ہے ثانیاً یہ امر ائے موجبین کے بھی خلاف ہے کیونکہ انکے نزدیک بالتخصیص فاتحہ کا وجوب ہے نہ مطلق قرآن کا پس انکو اسحدیث سے کوئی حجت حاصل نہیں ہوسکتی لہذا اس حدیث سے حجت لانا درست نہیں ہے اب اصل حال اسحدیث کا سنناچاہیے اصل حدیث ابی امامہ کے والفاظ ہیں جو خطیب نے ابوامامہ سے نقل کیے ہیں۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل صلوۃ لا یقرء فیہا بفاتحۃ الکتاب فہی خداج غیر تمام اور یہ وہی حدیث ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ابن ماجہ اور جزو قرأت میں منقول ہوئی ہے اور سابقاً حجت ثالثہ کے بیان میں اسکی تقریر کی گئی ہے

حجت دہم

غیر فاتحہ

اور عبداللہ بن عمرو بن العاص نے بھی اسکو روایت کیا ہے جو حجۃ رابعہ میں گذرا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی حجۃ خامسہ میں ذکر ہو چکا پس چونکہ یہ وہی حدیث ہے کہ جسکی پہلی بحث ہو چکی ہے اور ابن عدی نے اپنے کامل میں زیادت لفظ آتیں کی نقل فرمادی ہے لہذا اس حدیث سے بھی یہی محقق ہو گیا کہ یہ حدیث در باب امام و منفرد ہے نماز مقتدی اسمیں داخل نہیں ہے چنانچہ پہلے تقریر ہو چکی مگر چونکہ بعض رواۃ ابو امامہ نے اپنے فہم سے نماز مقتدی کو اسمیں داخل سمجھا تو نقل معنے اسکو بدین الفاظ نقل کیا اور نماز مقتدی کو اس کلیہ میں داخل جانکر اوس کا حکم اپنے فہم کے موافق اس کلیہ سے استنباط فرما کر ان الفاظ سے ادا کیا لہذا یہ الفاظ حجۃ موجبین کی نہیں ہو سکتے کہ یہ فہم راوی کا ہے نہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ممکن ہے بلکہ غالب یہی ہے کہ اس حدیث میں مقتدی مسبوق مراد ہے تو یہ معنے ہوئے کہ جو مسبوق کہ بعد تمامی نماز امام کے اپنی قضا مافات میں قرات نہ پڑھے نہ فاتحہ نہ غیر فاتحہ تو اسکی نماز درست نہو گی تو خلف الامام کے یہ معنے نہیں ہیں کہ امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہو بلکہ معنے یہ ہیں کہ خلف انقضاء صلوۃ الامام جب وہ اپنی نماز کو پورا کرنے کھڑا ہو تو اوسمیں قرأت فاتحہ و مازاد اوسپر واجب ہے اور یہ حکم متفق علیہ ائمہ کا ہے بہرحال اسمیں موجبین قرأت فاتحہ خلف الامام کی کوئی حجۃ نہیں اور اسطرح کی نقل بالمعنی بتغییر الفاظ شائع ذائع ہے چنانچہ خود حدیث عبادہ میں اس قسم کے تغیرات واقع ہیں ؁

یہ نصوص ہیں کہ جنکو مدعیان عمل بالحدیث حجج قطعیۃ الثبوت قطعیۃ الدلالۃ فرماتے ہیں اور سوا انکے اور چند روایات بھی ہیں جو انکی ہی طرف راجع ہیں اگرچہ بسبب تعدد رواۃ صحابہ اور رواۃ ماتحت اور بسبب اختلاف الفاظ اور بسبب ذکر جز و کل وہ احادیث ان سے بحسب اصطلاح جدا ہیں مگر فی الواقع ان ہی نصوص کے تابع و ہم معنی ہیں یا چند احادیث ضعاف ہیں کہ مولفین سنن و مسانید نے انکی خود تضعیف کی ہے۔ بعد ذکر ان نصوص کے انکی حاجت نہیں۔

اب چونکہ ان احادیث سے یہ امر ظاہر ہو گیا کہ نماز مقتدی انمیں داخل نہیں پس ان احادیث سے وجوب فاتحہ مقتدی پر ثابت نہیں ہو سکتا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ وجوب فاتحہ و مازاد علی الفاتحہ کا ان احادیث میں مساوی ہے ہرگز ان احادیث سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ فاتحہ رکن نماز ہو اور مازاد رکن نہو بلکہ سنت ہو نہیں نہیں بلکہ دونوں واجب

میں مساوی ہیں کیونکہ حدیث عبادہ میں جب زیادۃ فصاعداً کی ثابت ہوگئی تو فاتحہ اور مازاد حکم میں مساوی ہیں
خواہ کوئی حکم ہو اور علی ہذا حدیث عائشہ اور عمرو بن شعیب و ابی ہریرہ اور ابی امامہ میں بسبب حدت متن کے
جب سب میں لفظ اٰتیں کی زیادت ثابت ہوگئی تو دونوں کے ہونے میں (کہ فاتحہ اور مازاد علی الفاتحہ ہے)
حکم صلوۃ کے مخدج ہونیکا مساوی ہوگا پس اگر فاتحہ نہو تب بھی نقصان ہے اور نماز غیر تام اور اگر مازاد نہو
تب بھی صلوۃ غیر تام ہوگی اور اگر دونوں نہوں تو نماز فاسد ہوگی بحکم فاقرؤا ما تیسر من القرآن کیونکہ معنے
خداج کے فساد کے بھی ہوتے ہیں اور نقصان کے بھی کما فی الصحاح خدجت الناقۃ تخدج خداجًا
فہی خادج والولد خدیج اذا القت ولدھا قبل تمام الایام وان کان تام الخلق۔ وفی الحدیث
کل صلوۃ لا یقرء فیہا بام الکتاب فہی خداج ای نقصان واخدجت الناقۃ اذا جاءت بولدھا
ناقص الخلق وان کانت ایامہ تامۃ فہی مخدج انتہی اور قاموس و مجمع البحار وغیرہ میں بھی ایسی ہی معنے
لکھے ہیں اسوجہ سے امام مالک کے نزدیک بھی جوب میں دونوں برابر ہیں اور حدیث ندا ابو ہریرہ سے اور حدیث
ابو سعید خدری سے مساوات وجوب خود ظاہر ہے۔ بہر حال یہ امر کہ فاتحہ رکن ہو اور مازاد رکن نہو ان احادیث سے
ہرگز ثابت نہیں ہوتا واللہ تعالیٰ اعلم۔

اب بعد تقریر احادیث مرفوعہ کے جو کچھ کہ مذاہب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسبارہ میں ثابت ہوئے ہیں وہ
بندہ لکھتا ہے کہ بعض صحابہ کے نزدیک قرأت فاتحہ خلف الامام مطلقاً خواہ نماز سریہ ہو یا جہریہ واجب ہے مگر تحریر
بالا سے معلوم ہوچکا کہ بعض احادیث سے بنظر سرسری یہ امر معلوم ہوتا ہے مگر امعان نظر کوئی حدیث مرفوع
اس قول کی معاون نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور بعض کے نزدیک مازاد علی الفاتحہ مطلقاً سریہ نماز ہو یا جہریہ
ممنوع ہے مگر فاتحہ سب صلوات میں سریہ ہو یا جہریہ مباح یا مندوب ہے، جیسا کہ حدیث حضرت عبادہ سے واضح ہو
اور یہی مذہب حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کا تھا چنانچہ سابقاً اسکی تقریر بھی ہوچکی سو اس مذہب میں کراہتہ
مازاد علی الفاتحہ میں کچھ تامل نہیں مگر در باب اباحۃ فاتحہ اوپر معلوم ہوچکا کہ یہ واقعہ ابتداء اسلام کا تھا اور پھر
بعد میں اسکی اباحۃ بھی احادیث مرفوعہ سے مرتفع ہوچکی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور بعض کے نزدیک فیما جہر فیہ
الامام مطلقاً فاتحہ اور غیر فاتحہ ممنوع اور فیما اسر فیہ الامام فاتحہ اور غیر فاتحہ دونوں مباح یا مندوب چنانچہ روایت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جو کہ جزو قرأت میں نقل کی گئی ہے معلوم ہوتا ہے عن علی بن ابی طالب رضی اللہ
تعالیٰ عنہ انہ قال اذا لم یجہر الامام فی الصلوات فاقرء بام الکتاب وسورۃ اخری فی الاولیین من الظہر
والعصر وبفاتحۃ الکتاب فی الاخریین من الظہر والعصر وفی الاخرۃ من المغرب وفی الاخریین من العشاء
انتہی ۔ مگر ظاہر ہو کہ یہ قول حدیث مشہور عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ کے خلاف ہے کہ ماز اد علی الفاتحہ کی
اسمیں ممانعت مذکور ہے اور حدیث عمران بن حصین کی جو اوپر مذکور ہو چکی ہے اسکے بھی خلاف ہے کہ حدیث
عمران بن حصین میں آپ نے قرأت مقتدی کو سریہ میں موجب خلجان فرمایا بقولہ قد علمت ان بعضکم خالجنیہا
اور خلجان ہے علۃ ممانعۃ قرأۃ مقتدی کی ہی فقط واللہ اعلم ۔ اور بعض کے نزدیک قرأت مقتدی فاتحہ
اور ماز اد علی الفاتحہ مطلقاً صلوٰۃ سریہ وجہریہ میں مکروہ و ممنوع ہے عبد اللہ بن مسعود عبد اللہ بن عباس
عبد اللہ بن عمر جابر بن عبد اللہ اور زید بن ثابت ۔ ابو الدرداء سعد بن ابی وقاص عمران بن حصین وغیرہم
رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس جماعۃ میں ہیں اور عینی نے انہی صحابہ کی طرف یہ مذہب نسبت کیا ہے اور یہ مذہب
کسی حدیث مرفوع کے خلاف بھی نہیں ہے البتہ حدیث عبادہ سے جو اباحۃ فاتحہ معلوم ہوتی تھی یہ اسکے
خلاف ہے مگر معلوم ہو چکا کہ اباحۃ ابتداء اسلام میں تھی اور پھر آخر میں وہ اباحۃ مرتفع ہو چکی بلکہ یہ مذہب موید
باحادیث صحیحہ مرفوعہ ہے از انجملہ حدیث اذا قرء فانصتوا حدیث ابو موسیٰ اشعری و حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
کی ہے جسکو مسلم نے اپنے صحیح میں نہایت زور شور سے تصحیح کیا ہے حیث قال وفی حدیث جریر
عن سلیمان عن قتادۃ من الزیادۃ واذا قرء فانصتوا لیس فی حدیث احد منہم فان اللہ
عزوجل قال علی لسان نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع اللہ لمن حمدہ الا فی روایت ابی کامل
وحدہ عن ابی عوانۃ قال ابو اسحق قال ابوبکر ابن اخت ابی النضر فی ہذا الحدیث فقال مسلم
اترید احفظ من سلیمان فقال لہ ابوبکر فحدیث ابی ہریرۃ فقال ہو صحیح یعنی واذا قرء فانصتوا فقال
ہو عندی صحیح فقال لم لم تضعہ ہھنا قال لیس کل شئ عندی صحیح وضعتہ ہھنا انما وضعت
ہھنا ما اجمعوا علیہ انتہی سو دیکھو کہ مسلم زیادہ روایت سلیمان تیمی کو بالاتفاق صحیح کہتے ہیں اور روایت
ابوہریرہ میں اگرچہ بعض نے کلام کی ہے مگر مسلم اس کلام کو غیر معتبر ٹھیرا کر زیادہ روایت ابوہریرہ کو بھی صحیح کہتے ہیں

پس اب سنو کہ تمام ائمہ حدیث کے نزدیک مقرر و محقق ہو چکا ہے کہ اگر کسی راوی حافظ متقن سے اُسکے تلامذہ حفاظ متقنین کوئی روایت حدیث نقل کریں اور ایک راوی انمیں سے اس حدیث میں کوئی ایسی کلام روایت کرے کہ اسکو سوائے اس ایک تلمیذ کے کوئی اور تلمیذ اوس شیخ کا روایت نکرتا ہو بلکہ فقط وہ ایک ہی تلمیذ روایت کرتا ہو تو یہ زیادۃ حکماً حدیث مستقل ہوگی لہذا اسکا حکم مثل حکم اوس راوی زیادۃ کنندہ کے ہوگا یعنی اگر یہ راوی بھی مثل دیگر تلامذہ اس شیخ کے حافظ و متقن ہے اور کسی وجہ سے اوسپر جرح نہیں ہو سکتا تو وہ زیادۃ بالاتفاق صحیح ہوگی اور اگر وہ تلمیذ واحد کسی وجہ سے مجروح ہے تو یہ زیادۃ بھی مجروح ہوگی اور اگر اس راوی کا جرح عند المحققین مرتفع ہے تو اس حدیث سے بھی جرح مرتفع ہوگا اور یہ زیادۃ صحیح و معتبر ہوگی پھر یہ زیادہ اگر اصل حدیث مزید علیہ سے کسی وجہ سے مخالف نہیں تو یہ زیادۃ بالاتفاق بہرحال صحیح و معتبر ہوگی اگر وہ راوی حافظ و متقن ہے اور اگر مزید علیہ سے مخالف ہے تو اوسمیں حاجۃ ترجیح کی ہوگی گویا کہ دو حدیثیں آپسمیں متعارض ہیں پس جسکو حسب قاعدہ ترجیح ہوگی وہ مرجح رہیگی دوسری مرجوح ہو جاویگی اس قاعدہ کو بالاجمال مسلم نے خطبہ مسلم میں اور نووی نے شرح مسلم میں اور مقدمہ شرح مسلم میں اور دیگر اہل اصول حدیث نے لکھا ہے سبکی عبارات کے نقل میں طول ہوتا ہے لہذا فقط نخبہ و شرح نخبہ سے نقل کیا جاتا ہے۔

قال الحافظ ابن حجر فی النخبۃ و شرحہا و زیادۃ راویہما ای الحسن والصحیح مقبولۃ مالم تقع منافیۃ لروایۃ من ہو اوثق ممن لم یذکر تلک الزیادۃ لان الزیادۃ اما ان یکون لاتنافی بینہا وبین روایۃ من لم یذکرہا فہذہ تقبل مطلقاً لانہا فی حکم الحدیث المستقل الذی یتفرد بہ الثقۃ ولا یرویہ عن شیخہ غیرہ واما ان تکون منافیۃ بحیث یلزم من قبولہا رد الروایۃ الاخری فہذہ ہی التی یقع الترجیح بینہا وبین معارضہا فیقبل الراجح ویرد المرجوح واشتہر عن جمع من العلماء القول بقبول الزیادۃ مطلقاً من غیر تفصیل ولا یتاتی ذلک علی طریق المحدثین الذین یشترطون فی الصحیح ان لا یکون شاذاً ثم یفسرون الشذوذ بمخالفۃ الثقۃ من ہو اوثق منہ والعجب ممن غفل عن ذلک منہم مع اعترافہ باشتراط انتفاء الشذوذ فی حد الحدیث [الصحیح] وکذا الحسن والمنقول عن ائمۃ الحدیث المتقدمین کعبد الرحمن بن مہدی ویحیی القطان واحمد بن حنبل

ویحی بن معین وعلی بن المدینی والبخاری وابی زرعۃ الرازی وابی حاتم والنسائی والدارقطنی وغیرہم اعتبار الترجیح فیما یتعلق بالزیادۃ وغیرہا ولا یعرف عن احد منہم اطلاق قبول الزیادۃ انتہی دیکھو کہ یہ قاعدہ مسلمہ اور مقبولہ ومعمولہ خود امام بخاری وجملہ ائمہ احادیث کا ھے اسکے خلاف کرنا کسی اہل علم کا منصب نہیں۔ تو اول سلیمان تیمی احفظ الناس اور ثقہ راوی بخاری ومسلم وغیرہما کا ہے کسی نے کوئی حرف وہم وتدلیس وغیرہ کا یا کوئی حرف جرح کا انکی نسبت نہیں کہا اور باتفاق ائمہ یہ راوی مسلم ومقبول ھے اور تلمذ انکا قتادہ سے بھی محقق ومعلوم ھے پھر انکے متابع عمر بن عامر وسعید بن ابی عروبہ بھی ہیں کہ جسکو حافظ ابن حجر قبول کرتا ہے اور انکی زیادت حدیث ابو موسیٰ اشعری میں ایسی ہی ھے کہ مزید علیہ سے ہرگز کسی لفظ وجملہ کے مخالف نہیں ھے اور نہ کسی جملہ کی مغیر ومقید ھے بلکہ مستقل ایک علیحدہ مسئلہ ہے کیونکہ الفاظ حدیث ابو موسیٰ اشعری کی یہ ہیں فقال ابو موسیٰ اما تعلمون کیف تقولون فی صلوتکم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبنا فبین لنا سنتنا وعلمنا صلوتنا فقال اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین یجبکم اللہ فاذا کبر ورکع فکبروا وارکعوا فان الامام یرکع قبلکم ویرفع قبلکم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتلک بتلک واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللہم ربنا لک الحمد یسمع اللہ لکم فان اللہ تعالیٰ قال علی لسان نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع اللہ لمن حمدہ۔ واذا کبر وسجد فکبروا واسجدوا فان الامام یسجد قبلکم ویرفع قبلکم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتلک بتلک واذا کان عند القعدۃ فلیکن من اول قول احدکم التحیات الطیبات الخ پس یہ جملہ واذا قرء فانصتوا نہ کسی فقرہ یا لفظ کو رد کرتا ہے نہ کسیکو مقید کرتا ھے بلکہ ایک مستقل علیحدہ مسئلہ ھے پس حسب قاعدہ امام بخاری رضی اللہ عنہ اور جملہ ائمہ احادیث بالاتفاق یہ فقرہ حدیث مستقل ھے اور صحیح ومعتبر بلا خلاف۔ سوا اسمیں کلام کرنا کسی ناواقف کا ناموزوں ھے اسیواسطے باقتضاء تعصب مذہبی امام بخاری کو بلا کہ اس فقرہ میں گنجائش طعن نہ ملی تو جزء قرأت میں لکھتے ہیں کہ معلوم نہیں اس فقرہ کو سلیمان تیمی نے قتادہ سے سنا یا نہیں سنا سخت تعجب ھے کہ سلیمان تیمی نہ مدلس نہ متوہم اور خود امام بخاری کا راوی اور بخاری صاحب کا یہ قاعدہ مسلمہ اور روایت معنعن کے اعتبار میں محقق کہ استاد وشاگرد ایک جلسہ میں جمع ہوگئے ہوں تو اس

معنعن کے قبول میں کلام نہیں اور یہاں اجتماع سلیمان اور قتادہ کا بسبب تلمذ کے معلوم اور پھر بھی امام
بخاری بسبب معنعن ہونیکے سماع سلیمان میں شک فرمادیں معاذ اللہ اگر یہی شک ہے تو صحیح بخاری کی صدہا معنعن
روایتوں کا آدمی انکار کرسکتا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ نہیں نہیں بلکہ سماع سلیمان تیمی کی حسب قاعدہ مسلمہ بخاری
محقق اور یہ زیادت حسب قاعدہ مقررہ مسلمہ بخاری وجملہ ائمہ ثابت اور صحیح اور اس میں کوئی شبہ نہیں اور جیسا
کہ امام بخاری نے اس زیادۃ سلیمان تیمی میں بسبب اپنی تائید مذہب کے عدم سماع سلیمان کا وہم لکھا ہے اس سے
بھی زیادہ ہے جو کہ زیادۃ معمر پر لفظ فصاعدا کی نسبت حدیث عبادہ میں انکار کیا ہے چنانچہ پہلے لکھا گیا پس
ایسے توہمات خلاف اپنے قواعد مسلمہ کے اور خلاف ائمہ حدیث کے کسطرح معتبر اور ملتفت الیہ ہوسکتے ہیں اور جو زیادت
کہ حدیث ابوہریرہ میں واذا قرء فانصتوا کی مروی ہے وہ بھی کسی جملہ حدیث ابوہریرہ کے مخالف نہیں
کیونکہ اسکی لفظ یہ ہیں عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم انما جعل الامام لیوتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ
فقولوا اللھم ربنا لک الحمد اور روات اس حدیث کے بھی سب صدوق اور ثقہ ہیں ایک راوی اسکے
ابو خالد احمر ہیں وہ بھی ثقہ اور صدوق ہیں اور انکی مدح میں اسیقدر کافی ہے کہ بخاری و مسلم اس سے بکثرت روایت
کرتے ہیں جسکا دل چاہے صحیحین دیکھ لیوے مگر چونکہ بخاری نے جزو قرات میں امام احمد سے نقل فرمایا ہے کہ
وہ فرماتے ہیں اراہ کان یدلس لہذا اونپر ایک وہم تدلیس کا لگایا گیا حالانکہ امام احمد بھی انکو قطعاً مدلس نہیں
فرماتے۔ سو یہ گمان تدلیس انکے ثقہ وصدوق ہونیمیں مضر نہیں اسیواسطے بخاری بے تکلف ان سے اپنی
کتاب میں روایت فرماتے ہیں اور درصورت مدلس ہونیکی اگر ہے تو یہی وہم ہے کہ اپنے اصل استاد کو انہوں نے مخفی
کیا اور اسکا حال معلوم نہیں کیا ہے پس بخاری کے نزدیک تو سبب اس توہم کا اور انفراد ابو خالد کا اس حدیث
میں یہ وجہ انکار کی ہوئی مگر درصورتیکہ ابو خالد کا دوسرا متابع ثقہ صدوق موجود ہے تو ایسی حالتمیں وہم
تدلیس بالکل مندفع ہوگیا اور صحۃ حدیث میں کسی نوع کا تردد باقی نہیں رہا چنانچہ نسائی نے اپنے سنن میں بعد
نقل روایت ابو خالد احمر مذکور بالا کے دوسری سند ذکر کی اخبرنا محمد بن عبد اللہ بن المبارک قال
حدثنا محمد بن سعد الانصاری قال حدثنی محمد بن عجلان عن زید بن اسلم الی اخر السند المذکور

ثم قال کان المخزومی یقول ھو ثقۃ یعنی محمد بن سعد الانصاری پس ہرگاہ کہ محمد بن سعد متابع ابوخالد احمر کے ہو گئے تو وہ واہمہ جو کسی وجہ سے ہو گیا تھا رفع ہو گیا اور ابوخالد کے جلیل القدر ہونے میں کوئی شبہ نہیں چنانچہ جوہر نقی حاشیہ بیہقی میں ہے قال اسحق بن ابراھیم سالت وکیعاً عنہ فقال ابوخالد ممن یسئل عنہ قال ابوھشام الرفاعی ثنا ابوخالد الاحمر الثقہ الامین الخ علی ہذا اسمٰعیل بن ابان بھی متابع ابوخالد کا ہوا ہے چنانچہ بیہقی میں بھی یہ سند مذکور ہے تو چونکہ بعض نے ابوخالد میں کلام کی تو اس حدیث کو مسلم نے مختلف فیہ قرار دیا لیکن جب یہ کلام قابل التفات نہ تھی تو مسلم نے اسپر نظر فرما کر حدیث ابوہریرہ کی تصحیح فرمائی اور بعض دیگر کو چونکہ اُس کلام پر جو ابوخالد میں کی گئی ہے اطمینان نہ ہوا تو نسبت اس زیادت کی محمد بن عجلان کی طرف کی حالانکہ محمد بن عجلان بھی ثقہ صدوق ہیں چنانچہ بخاری اپنی تعلیقات میں اور مسلم و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ و ترمذی اپنے اپنے سنن میں ان سے روایت کرتے ہیں جوہر نقی میں ہے قلت ابن عجلان وثقہ العجلی وفی الکمال لعبد الغنی ثقۃ کثیر الحدیث وتابعہ علیہا خارجۃ بن مصعب ویحیی بن علاء کما ذکرہ البیہقی فیما بعد ۔ اور نیز جوہر نقی میں ہے وقد ذکر المنذری فی مختصرہ کلام ابی داؤد ورد علیہ بنحو ما قلنا وابن حزم صحح حدیث ابن عجلان وقدمر ان مسلماً صححہ وذکر ابن عمر فی التمہید بسندہ عن ابن حنبل انہ صحح الحدیثین یعنی حدیث ابی موسیٰ وحدیث ابی ھریرۃ انتہی ۔ اس تحریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اگرچہ امام احمد کو کسی وجہ سے ابو خالد احمر پر وہم تدلیس تھا مگر اس زیادۃ کی صحت میں اُنکو کسی طرح شبہ نہ تھا لہذا انہوں نے اس کی صحت کی تصریح فرمائی فقط۔

الحاصل جو کچھ کلام حدیث ابی ہریرہ میں کسی نے کی ہے وہ بھی مُضر صحت اس حدیث کو نہیں ہے چنانچہ واضح ہو گیا پس صحت ہر دو حدیث میں کوئی خدشہ نہیں ہے اور جو کچھ ان دونوں میں کلام کی گئی ہے وہ خلاف قواعد مسلمہ ائمہ حدیث کے ہے کہ جس پر

اہل دیانت کو کچھ توجہ نکرنا چاہئے اور نیز یہ ہر دو حدیث جیسا کہ اپنے مزید علیہ کے مخالف
نہیں ہیں اور کسی دوسری حدیث صحیح کے بھی معارض نہیں ہیں چنانچہ اوپر کی تحقیق سے
معلوم ہوچکا البتہ اباحۃ مفہومہ حدیث عبادہ کے خلاف ہے مگر تاریخ سے معلوم ہوچکا کہ حدیث
بہت موخر حدیث عبادہ سے ہے اور رافع اس کی اباحۃ کو اور دیگر احادیث جو موید اس مذہب
کی ہیں انکی نقل وتصحیح کی حاجت نہیں اب ہر عاقل پر واضح ہوگیا کہ مذہب رابع صحابہ کرام
کا ارجح المذاہب ہے اور موافق احادیث مرفوعہ کے اور آیۃ کلام اللہ شریف
کے پس اس پر طعن کرنا صحابہ کرام علیہم الرضوان پر طعن کرنا ہے اور احادیث
مرفوعہ اور آیۃ کلام اللہ شریف پر۔ پس اس سے حذر لازم ہے
اور ایسی جرأت کو سخت مضر جانکر ترک کرنا چاہیئے۔
علی ہذا طعن کرنا مذاہب ثلاثہ باقیہ پر بھی دیانت
سے نہایت بعید ہے۔ فقط + + +
واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم واحکم
وما علینا الا البلاغ واللہ
یھدی من یشاء الی
صراط مستقیم ط

# مسئلہ وجوب تقلید شخصی
# بجواب اشتہار غیر مقلد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

**تقلید شخصی واجب ہے** ۔ حقتعالیٰ نے قرآن شریف میں اپنے رسول کا اتباع فرض کیا اور احادیث تمام اسپر دال ہیں اور یہ بات سب کے نزدیک مقرر ہے مگر فہم کی بات ہے کہ اتباع حضرت وہ کرسکے کہ جسنے آپکی زیارت کی ہو ورنہ بدون حضور خدمت کیونکر ہو سکتا ہے تو لہذا فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اسکو بھی نقل فرمایا کہ اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم حق تعالیٰ نے فرمایا فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون تو پچھلوں پر پہلوں سے پوچھنا فرض فرمایا صحابہ سے تابعین نے پڑھا اور انکا اقتدا کیا اور علی ہذا تابعین سے تبع تابعین نے پڑھا کہ خود فرما چکے ہیں خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذی یلونہم ان قرون کی تعریف سے یہ مقصد ہے کہ تابعین نے صحابہ سے سیکھا اور تبع تابعین نے تابعین سے اور یہ ہر سہ قرون خیر امت ہیں ان سے میرا طریقہ لو کیونکہ خیریت انکی بسبب علم و عمل ہے اور جو علم و عمل میں اولیٰ ہوتا ہے وہی مقتدا ہوتا ہے پس اب تبعین سنت نبوی پر تحصیل دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے اور انکے بعد تابعین سے اور انکے بعد تبع تابعین سے فرض ہوا اور علی ہذا آج تک یونہی قرن لقرن چلا آیا کہ خود فرمایا بلغوا عنی سب عالم کو خطاب کیا کہ تم تبلیغ دین کی کرو تو ہر زمانہ میں بعبارت صریح حدیث کے علماء سے دین کی تحقیق اور علم نبوی کا سیکھنا فرض ہوا کیونکہ بدون تقلید پہلو نکے پچھلو نکو ہرگز دین نہیں ملسکتا مشتہر کو بھی تو دین پہلوں سے ہی معلوم ہوا ہے کسیکی بات ماننا اور اسکو صادق جانکر عمل کرنا اسکے ہی معنی تقلید ہیں اتنی بات مقلدین وغیر مقلدین سب مسلم رکھتے ہیں مگر غیر مقلدین صرف لفظونکی تقلید کرتے ہیں کہ پہلونسے لفظ سنکر قبول کیئے اور معنی جو چاہے آپ لگا دیئے گو دین کے موافق ہوں یا مخالف ۔ سبحان اللہ صحابہ جو عربی تھے اور فصاحت و معانی و نکات اپنی کلام کی جانتے تھے قرآن و حدیث کے معنے کو حضرت سے اور باہم تحقیق کرتے تھے اور مقصود و معانی کی سیکھنے کی ضرورت جانتے تھے کہ مشہور ہے کہ حضرت عمرؓ نے دس برس میں سورہ بقرہ کو سیکھا یہ معانی پڑھتے تھے یا الفاظ ۔ الفاظ کے پڑھنے کی انکو کیا ضرورت تھی بلکہ تفسیر پڑھی تھی اور علی ہذا تابعین و تبع تابعین اور سب علماء کو معنی کی تقلید ضرور ہوئی مگر جہلا ء ہند کو کچھ حاجت نرہی کہ فقط پہلے لوگوں کے لفظ دیکھکر اپنی رائے سے جو چاہے معنے گھڑ لیئے احادیث میں موجود ہے کہ صحابہ و تابعین قرآن کے متعارض مضامین کو اور غریب لغات کو تحقیق کرتے تھی بہر حال تقلید لفظ و معنی دونکی دین میں واجب ہے تو بس اب حسب ارشاد شارع کے تقلید واجب ہوئی اور جو کوئی کسی عالم کی تابعین سے لیکر آج تک تقلید کرتا ہے تو تقلید صحابہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی تقلید ہے

کیونکہ یہ سب واسطے و وسائل آپکے ہیں سو تابعین اور تبع تابعین کی تقلید اور اُنکے شاگردوں کی تقلید صحابہ کی تقلید اور خود رسالت مآب کی تقلید ہے تو بالضرور تقلید امام ابوحنیفہ رح کی تقلید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوئی اور مقلد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا مقلد آپ کا ہی ہوا اب باوجود اثبات کے کہ تقلید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدون صحابہ اور تقلید صحابہ بدون تابعین کے محال ہے اور قرآن و احادیث میں انکی تقلید کا حکم مصرح مذکور ہو چکا تو یہ ہم پوچھتے ہیں کہ باری تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے حکم تقلید آئمہ اربعہ کے وجوب کے اور کیا معنی ہیں آیا یہ مقصود ہے کہ قرآن شریف یا حدیث میں خاص کر بنام امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ یا شافعی رحمۃ اللہ مثلاً حکم ہوا کہ فلاں امام کی تقلید کرنا واجب جانو سو اگر یہ مطلب ہے تو محض دھوکا مسلمانوں کو دینا ہے بخاری و مسلم کے الفاظ کی تقلید کی کونسی مصرح حدیث یا قرآن کی آیت ہے یا صحابہ میں سوائے چند نام کے کسکے نام کی تصریح آئی ہے۔ معاذ اللہ۔ اور اگر صحابہ کی قرآن میں لفظ اصحابی کالنجوم پر قناعت ہے تو ثم الذین یلونہم اور لفظ اہل الذکر کے عموم میں کیا قباحت دیکھی جو یہاں تخصیص اسمی کی ضرورت پڑی اگر مشتہر ہمسے امام ابوحنیفہ یا امام شافعی کے تصریح اسم کی نص مانگتا ہے تو ہم بھی صحابہ کی ہر ہر احد کے نام کی صراحۃ نص سے پوچھتے ہیں اور بخاری و مسلم وغیرہما تمام آئمہ حدیث کی تقلید لفظی کی حدیث صریح طلب کرتے ہیں الغرض یہ سب مغالطہ اور دھوکا ہے بات یہ ہے کہ جیسا صحابہ نے حضرت سے دین لیا ویسا ہی تابعین نے صحابہ سے لیا اور تبع تابعین نے صحابہ و تابعین سے اور جب صحابہ کی تقلید کا ارشاد کیا تو سب صحابہ کا گویا نام ہی لیدیا اور جبکہ تابعین کا علم صحابہ کا علم ہے تو سب تابعین کی تقلید کو ضروری فرمادیا اور علیٰ ہذا القیاس بعد کے قرون میں اور امام ابوحنیفہ رح بھی تابعین میں سے ہیں چنانچہ جلال الدین سیوطی نے ایک رسالہ اسی باب میں لکھا ہے تو انکی تقلید نص سے ثابت ہوئی کیونکہ انکا سب فقہ اور حدیث صحابہ کے اقوال و افعال سے حاصل و مستنبط ہی اور علیٰ ہذا شافعی رح وغیرہ آئمہ تبع تابعین کے شاگرد ہیں اُنکا علم بھی صحابہ سے مستفاد ہے پس اب کس منہ سے کوئی انکی تقلید سے انکار کریگا اور انکی نام کی نص صریح مانگنے میں مشتہر کا قافیہ تنگ ہوگا دیکھیں تو وہ کس اپنے مقتداؤں کی نص صریح لاویگا

ہاں ایک بات باقی رہی وہ یہ ہے کہ مشتہر کا یہ مطلب ہو کہ تقلید سب صحابہ و تابعین کی درست ضرور ہی پھر خاص کر ایک ہی کی تقلید کرنی کیا ضرور ہے اور وجوب ایک ہی شخص کا کس نص میں آیا ہے نص قرآن و حدیث تو علی العموم سب کے تقلید کا ارشاد فرماتی ہے اور تابعین اور تبع تابعین کے طرز سے بھی یہی ظاہر ہے کہ وہ کسی ایک کے شاگرد نہیں بلکہ بہت لوگوں سے علم انکا حاصل ہے البتہ یہ بات قابل التفات ہے جواب تو اول ہوش کر کے یہ بات سنو کہ حدیث صحابی کالنجوم کی یہ معنی ہیں کہ میرے سارے اصحاب مثل ستارے کے ہیں تم جس کسی ایک صحابہ کی بھی اقتدا کروگے تو ہدایت پاؤگے تو مطلب حضرت صلعم کا یہ ہے کہ فقط ایک صحابی خواہ کوئی ہو ہدایت کیواسطے کافی ہے یہ معنی نہیں کہ جسکی اقتدا کروگے تو ہدایت پاؤگے ورنہ نہیں مگر ہاں جب ایک کی اقتدا میں ہدایت ہے اگر چند صحابہ کے اقتدا ہوگی اور مسائل و مواقع متعددہ میں صحابہ متعددہ سے اقتباس کریگا تو بھی ہدایت ہوگی تو بس اس حدیث میں آپنے ایک صحابی کی تقلید کو کافی فرمایا اور زیادہ کی تقلید کو منع نہیں فرمایا اور فی الواقع مسئلہ مختلفہ میں یکو قتمین تو ایک کی ہی تقلید ممکن ہے، دو یا تین کی تقلید ہو ہی نہیں سکتی اور اوپر کی تقریر سے یہ واضح ہو لیا کہ تقلید تابعی کی تقلید صحابی بھی ہے، اور علیٰ ہذا یہ حکم جیسا صحابہ کی نسبت ہے، ویسا ہی

تابعین اور تبع تابعین وغیرہم کی نسبت بھی ہے کہ ایک کی تقلید ضروری ہے اور زیادہ کی منع نہیں تو بہر حال اتباع دین حاصل ہوتا ہے اور روایتہ پایا
ہے اور فاسئلوا اھل الذکر کا امتثال بھی حاصل ہوتا ہے اور اصحابی کالنجوم الخ پر کامل عامل بنتا ہے۔ اس تقلید میں کوئی کراہتہ یا کوئی ترک
اولیٰ نہیں اور مطلق تقلید کی جو حالت ہے یہ بھی تمام ایک فرد ہے اگرچہ دوسرے فرد کہ چند علما کا مقلد ہونا ہے یہ بھی برابر صحابہ کے رہا اور جائز ہے اور ہم جو لکھا اس
تقلید شخصی کی ہے تو پس مقلد امام ابوحنیفہ رح و امام شافعی رح وغیرہما کا مقلد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے انہیں کے لیکے نام لیکر فرمانیکی
ضرورت نہیں کیونکہ کلیہ کی جزئیات و رعام کی افراد بحکم صراحتہ ہی ہوتی ہیں ور اگر مشتہر کا مذہب کلیہ میں صراحتہ اسمی کا ہے تو تمام کلیات و
عمومات وارده نصوص لغو ہو جاویگی سب زانی و سارق و غاصب اپنے نام ہی تصریح مانگینگے جیسا کفار کہا کرتے تھے کہ خاص ہمارے
نام حکم نازل ہو تو حاصل الحق نہایت چرلوز مطالبہ ہے اور واہی بات اور محض ڈھکوسلا ہے بعد دریافت اس بات کے دوسری بات سنو کہ حقتعالیٰ قرآن شریف میں
بقولہ لا تفرقوا حکم اتفاق کا اہل اسلام کو دیتا ہے اور اجتماع اور عدم تنازع کو فرض فرماتا ہے اور جو امر تفریق ڈالنے والا ہو اسکو منع اور حرام فرماتا
ہے اگرچہ وہ امر مستحب ہے ہو سو جو امر ایک وقت میں مستحب تھا جب اس امر سے مسلمانوں میں فساد ہونے لگا وہ امر حرام ہو جاتا ہے دیکھو کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے باندیشہ افتراق امت کے بیت اللہ شریف کی دیوار کو اپنے موقع پر نہ بنایا اور خود آپ نے تطویل قرات فی الصلوۃ کو مستحب فرمایا تھا
کہ عمدہ نماز وہ ہے جس میں قرآن زیادہ پڑھا جاوے اور حضرت معاذ نے اس پر عمل کیا تو جب ایک صحابی نے شکایت کی کہ ہم زراعت کرنیوالے ہیں۔
معاذ کی طول قرات سے ہمکو تکلیف ہوتی ہے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو فتان فرمایا اور چھوٹی قرات کو واجب
کر دیا کیونکہ قرات کے ادا کرنیکو ادنیٰ درجہ کافی تھا اور یہ طریقہ موجب اتفاق کا تھا اور دوسرا طریقہ حالانکہ مستحسن تھا مگر وقت افتراق کے اسکو
فتنہ فرما دیا اور اس پر عمل کرنیوالیکو فتنہ انگیز ٹھیرایا پس قاعدہ مسلم شرع کا ہے کہ اگر ادا ای واجب کے دو طریقہ ہوں ایک میں فساد ہوتا ہو اور دوسرے
میں اتفاق رہتا ہو تو وہ طریقہ جسمیں فساد ہو اختیار کرنا حرام ہو جاتا ہے اور دوسرا طریقہ واجب معین ٹھیر جاتا ہے اگرچہ وہ طریقہ جس میں افتراق
ہوتا ہے اصل میں عمدہ ہی کیوں نہو مگر اس عارضی امر سے حرام بنتا ہے اب ان دونوں امر کے بعد جواب اس خدشہ کا صاف نکل آیا کہ تقلید شخصی
کرنیوالے اہل ہند سے مثلاً اپنے فرض سے فارغ تھے اور امتثال امر خداوندی و دینی میں سرگرم اب اگر عدم تقلید شخصی کو کوئی
کرانا چاہتا ہے تو بحکم مقدمہ ثانیہ معلوم ہوا کہ فتنہ و افتراق امت میں ڈالتا ہے لہذا یہ امر ناجائز ہوا اور تقلید شخصی واجب ہوئی
لہذا ہم کہتے ہیں کہ اب تقلید شخصی واجب بالغیر ہوگی اور عدم تقلید حرام بالغیر بنی۔ اور جو کچھ فتنہ و نزاع اور اختلاف باہم اس
عدم تقلید میں ہے وہ سب کو نظر آتا ہے مگر ہاں حقتعالیٰ جسکو کور باطن بناوے وہ اس فساد کی معاینہ سے معذور ہے اب
بفضلہ تعالیٰ وجوب تقلید شخصی بخوبی ثابت ہو گیا اور تقلید ائمہ اربعہ میں کسی امام کی بالتعیین واجب و ثابت بنص قرآنی اور حدیث
نبوی سے ہوگی کسی مسلمان کو تردد لایق نہیں اور یہ سوال مشتہر کا اصل سب سوالات کی ہے اور یہ بات اسکی جڑ بہت سے
خدشات کی ہے اور مایہ الافتخار اسکا ہے اسواسطے ہمنے اسکو بہت دراز لکھا ہے اس جواب کو بہت غور سے دیکھنا
چاہئے کہ صحت فہم سے سب خدشے رفع ہو جاتے ہیں فقط *

والله تعالیٰ اعلم کتبہ الراجی رحمتہ ربہ رشید احمد عفی عنہ

## تالیفات کتب منجملہ دیگر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہم

افاض علینا من برکاتہم

| | | | |
|---|---|---|---|
| ضیاء القلوب | ۳؍ | مثنوی تحفۃ العشاق | ۱۰؍ |
| غذای روح | ۳؍ | ارشاد مرشد | ۰؍ |
| گلزار معرفت | ۲؍ | دردنامہ غمناک | ۱؍ |
| جہاد اکبر | ۱؍ | | |

## تالیفات مولانا اشرف علی صاحب دام مجدہم

### تعلیم الدین

ضروریات مسایل و نصائح و اشغال و مراقبات و مکاشفات قیمت ۶؍

### فروع الایمان

مومن میں جو صفات ہونی چاہئیں یعنی خصال ایمان قیمت ۲؍

### صفائی معاملات

فقہ کی ضروری باتیں جنکی ہر فرد بشر کو ضرورت رہتی ہے معاملات بیع و شراء و اجارہ وغیرہ میں قیمت ۱؍

### مکتوبات امدادیہ

حضرت صاحب کے خطوط بنام مولوی صاحب موصوف قیمت ۲؍

### اصلاح الرسوم

یہ کتاب نہایت مفید واقع ہوئی ہے جس میں رسوم مروجہ مذکورہ بیاہ شادی و عقیقہ ختنہ وغیرہ تقریبات میں شائع ہو رہی ہیں مدلل طور پر باطل فرمایا ہے اور اس سے بھی مطلع فرمایا ہے کہ مسنون طور پر یہ امور کیسے ادا کئے جاویں۔ قیمت ۳؍

### جزاء الاعمال

اس رسالہ میں اس امر کو ثابت فرمایا ہے کہ نیکی اور بدی سے دنیا و آخرت میں کیا کیا نتائج و ثمرات پیش آتے ہیں۔ قیمت ۱؍

### تحقیق تعلیم انگریزی

انگریزی تعلیم پر مفصل و مدلل بحث اور اسکی عمدہ تحقیق قیمت ۔؍

## تالیفات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی

رحمۃ اللہ علیہ

جس نے مولانا کی تقریر سنی ہوگی وہ تو جانتا ہی ہوگا اور جس نے نہیں سنی وہ آپ کی تالیفات سے دریافت کر سکتا ہے کہ آپ کو حق تعالیٰ نے کس درجہ کا علم و فہم عطا فرمایا تھا

| | | |
|---|---|---|
| ہدیۃ الشیعہ | ۶؍ | یہ تینوں رسایل جواب اعتراضات شیعہ میں تالیف فرمائے ہیں |
| اجوبہ اربعین | ۴؍ | |
| انتباہ المومنین | ۱؍ | |
| تقریر دلپذیر | زیر طبع | ان دونوں میں دلائل حقانیت دین اسلام ہیں۔ |
| حجۃ الاسلام مع تتمہ | ۔؍ | |
| مباحثہ شاہجہانپور | ۶؍ | ان چاروں رسایل میں وہ مباحثے درج ہیں جو مولانا نے غیر مذہب والوں سے کئے ہیں یا ان کو جواب عقلی دلایل سے تحریر فرمائے ہیں۔ |
| میلہ خدا شناسی | ۲؍ | |
| انتصار الاسلام | ۲؍ | |
| قبلہ نما | ۵؍ | |

### آبحیات

یہ مضامین نہ کہیں دیکھے نہ سنے یہ کتاب آپ نے سفر حج میں حضرت مرشد برحق کو سنا کر صلہ و داد تحسین کا خلعت لیا تھا۔ اس میں حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات کا اثبات ہے قیمت ۱۴؍

### تصفیۃ العقائد

سر سید احمد خان کی ایک تحریر کا جواب ہے قیمت ۲؍

| | | |
|---|---|---|
| توثیق الکلام | ۱؍ | ہر دو بحث قرأت فاتحہ خلف الامام |
| دلیل محکم | ۱؍ | |

### تحفہ لحمیہ

انسان کیسب فطرت گوشت خوار بنایا گیا ہے۔ قیمت ۔؍

| | | | |
|---|---|---|---|
| قصائد قاسمی | ۲؍ | جمال قاسمی | ۱؍ |
| لطائف قاسمی | ۱؍ | تحذیر الناس | ۲؍ |

وغیرہ رسایل مضامین مختلفہ میں موجود ہیں۔

## المشتہر

محمد یحیی کاندھلوی مقیم لال مسجد گنگوہ ضلع سہارنپور

۲۹۷۵۳۹

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

۲۹۷۶۳۹

مولانا رشید احمد صاحب

ہدایۃ المعتدی فی قراءۃ المقتدی

کتب خانہ جامعہ عثمانیہ